ذخیرۂ حدیث سے ماخوذ و مستفاد قرآن مجید اور اس کے حاملین کے فضائل و مناقب پر مشتمل،
امت میں قرآن سے وابستگی کا جذبہ بیدار کرنے والی "چہل حدیث" کا انتہائی مفید اور معتبر و مستند مجموعہ

دبستانِ قرآنِ مجید

متن الاحادیث
ترجمة الاحادیث
تشریح الاحادیث

تالیف

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، الہند

شائع کردہ
دار المطالعہ
نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور، یوپی، الہند

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ۔ (بنی اسرائیل: ۹)

ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے، جو بہت ہی سیدھا ہے۔

ذخیرۂ حدیث سے ماخوذ و مستفاد قرآن مجید اور اس کے حاملین کے فضائل و مناقب پر مشتمل،
امت میں قرآن سے وابستگی کا جذبہ بیدار کرنے والی "چہل حدیث" کا انتہائی مفید اور معتبر و مستند مجموعہ

دَبستانِ قرآنِ مَجید

پسند فرمودہ

حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
مُہتَمِم و مُحَدِّث دارُ العُلوم دیوبند

حضرت اقدس الحاج مولانا محمد الیاس گھمن صاحب
امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

زیرِ سرپرستی
حضرت اقدس الحاج مولانا نعیم احمد صاحب مظاہری
استاذ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

تالیف
محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی
معتمد جامعہ عربیہ احسن العلوم بڈھا کھیڑہ کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی انڈیا

شائع کردہ
دار المطالعہ
نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور، یوپی، الہند

☆تفصیلات☆

﴿جملہ حقوقِ ملکیت بحق "**دارُالمطالعة**" محفوظ ہیں۔﴾

کتاب کا نام: **دبستانِ قرآنِ مجیدؒ**

تالیف: مولانا قاری محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی صاحب مدظلہ

اُستاذِ علوم وفنون: دارالعلوم وقف رشاہ بہلول سہارنپور، یو۔ پی، انڈیا

سنِ اشاعت: جمادی الاولیٰ: ۱۴۴۱ھ☆ جنوری: ۲۰۲۰ء

ناشر: **دار المطالعة**: نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔ پی، انڈیا

بہ تعاونِ خصوصی: رفیق محترم جناب قاری عبدالباسط صاحب قاسمی دیوبندی مدظلہ

کمپوزنگ: الاحسن نعیمی کمپیوٹر، خورشید منزل، نزد مسجد خانقاہ، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور

﴿ضروری درخواست﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، بشری طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح، حوالہ جات وغیرہ میں بھرپور احتیاط برتی گئی ہے، پھر بھی بہ تقاضائے بشریت اگر کوئی فروگذاشت اور غلطی نظر آئے، تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی اور ہم نشاندہی کے لیے بے حد شکرگزار رہوں گے۔

عرض گزار: خدامِ دارُالمطالعة

9897243116,7417677301

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

انتساب ٦
تقاریظ اکابر علماء ۷
تمہید ١٨
قرآن کریم؛ سرچشمۂ ہدایت ہے ٢٢
قرآن مجید کے حقوق اور ہمارا طرزِ عمل ٢٥
ہدایت کے دو پہلو ٢٥
اجتماعی سطح پر ہدایت ٢٦
قرآن مجید کے پانچ حقوق ٢۷
پہلا حق: ایمان و تعظیم ٢٨
دوسرا حق: تلاوت ٣١
تیسرا حق: تذکر و تدبر ٣٤
فہم کے مدارج ٣٤
چوتھا حق: حکم، اقامت اور عمل ٣٦
عمل کے دو پہلو ٣٦
پانچواں حق: تبلیغ و تبیین ٣۷
قرآن عظیم الشان کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل ٣۷
قرآن حبل اللہ (یعنی اللہ تک پہنچنے کی رسی) ہے ٣٩
اکابرین ملت کی نظر میں تمام مسائل کا حل قرآن مجید میں ٤٠
حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ ٤٠
امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ ٤٠
دو عظیم شخصیات ٤٣
حضرت اقدس شیخ الہند علیہ الرحمہ ٤٣
علامہ اقبال رحمہ اللہ ٤٤
قرآن مجید کا ایک حق؛ اس کو پڑھنا ہے ٤٦
حافظِ قرآن کریم کی عظیم شان (منظوم) ٤٨
قرآن کریم کے آداب ٤٩
قرآن کریم کی تلاوت کے آداب ٤٩
قرآن کریم کے حاملین کے آداب ٥١
وحی الٰہی اور قرآن کریم سے متعلق چند اہم معلومات ٥٢
وحی سے متعلق معلومات ٥٢
قرآن کریم سے متعلق اُمور ٥٣
قرآن کریم کی آیات اور حروف کی تعداد ٥٤
قرآن مجید کے فضائل ٥٦
حدیث (١) قرآن مجید کا معلم و متعلم پوری کائنات سے افضل ٥۷
حدیث (٢) قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ٦٤
ہر حرف پر ملنے والا ایک اور بڑا اجر ٦٥

کیا قرآن کریم کے صرف الفاظ پڑھنا پڑھانا، رَٹنا رٹانا فضول ہے؟ ۶۶
تدبر فی القرآن بہت اہم کام ہے ۶۹
قرآن کریم کی فریاد (منظوم) ۷۱
حدیث (۳) قرآن مجید پر عمل بلندی اور انحراف تنزلی کا باعث ۷۲
حدیث (۴) وابستۂ قرآن کو مانگنے والوں سے بہتر دینا ۷۵
حدیث (۵) قرآن کریم پڑھنے والے کی مثال ۷۷
عظمتِ قرآن کریم (منظوم) ۸۰
حدیث (۶) قرآن مجید: نیک وصالح ہم نشین ہے ۸۱
حدیث (۷) قاریٔ قرآن قیامت کے دن فرشتوں کی صف میں ۸۳
حدیث (۸) قرآن مجید کی تلاوت آسمان وزمین کا نور ہے ۸۶
قرآن اور قدر دانِ قرآن بروزِ محشر عرش کے سایہ میں ہوں گے ۸۸
حدیث (۹) قرآن مجید بہترین سفارشی ہے ۹۲
حدیث (۱۰) قرآن مجید اللہ کی رسی ہے ۹۸
حدیث (۱۱) حاملِ قرآن کا اُخروی اعزاز واکرام ۱۰۰
قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ۱۰۱
حدیث (۱۲) حافظِ قرآن کے والدین کا زبردست اکرام ۱۰۲
حدیث (۱۳) قرآن پر عمل کرنے والے بیٹے کی برکت سے والدین کا اعزاز ۱۰۴
ناظرہ قرآن شریف پڑھ لینا بھی بڑی سعادت ہے ۱۰۴
حدیث (۱۴) قرآن کریم کے ساتھ تجوید وترتیل کی اہمیت وضرورت ۱۰۷
قرآن مجید کو تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنا انتہائی ضروری ہے ۱۱۳
حدیث (۱۵) صاحبِ قرآن قابلِ رَشک شخصیت ۱۲۲
دو حضرات لائقِ غبطہ (قابلِ رَشک) ہیں ۱۲۳
حدیث (۱۶) قرآن مجید کی تلاوت سننا بھی باعث اجر وثواب ہے ۱۲۶
کسی اور سے قرآن سننے کی حکمت اور فوائد ۱۲۷
حدیث (۱۷) تین قسم کے لوگ انتہائی خوش نصیب ہیں ۱۳۲
قیامت کے دن علماء سفارشی ہوں گے ۱۳۴
علماء نور کے منبروں پر ہوں گے ۱۳۴
علم اور علماء سے محبت کیجیے ۱۳۴
عالم دین کا اکرام نبیوں اور شہیدوں کے اکرام جیسا ہے ۱۳۵
عالم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت ۱۳۵
علماء کی تعظیم، اللہ اور رسول اللہ کی تعظیم جیسی ہے ۱۳۵
حدیث (۱۸) قرآن کریم کو حفظ کر لینے کی برکت ۱۳۶
بچوں کو بچپن ہی میں قرآن حفظ کرانے کا ایک اہم فائدہ ۱۴۰
حدیث (۱۹) قرآن کا پڑھنا: نبوت کو اپنے سینے میں محفوظ کر لینا ہے ۱۴۲
قرآن والا سینہ نبیٔ اکرم ﷺ کے سینہ کے مشابہ ہے ۱۴۳
جن کے رتبے ہیں سوا ان کی مشکل ہے سوا ۱۴۳

اس زمانہ میں اشاعتِ قرآن کی بہت سخت ضرورت ہے ۱۴۴
حدیث (۲۰) بارگاہِ الٰہی میں روزہ اور قرآن کی سفارش ۱۴۵
حدیث (۲۱) قرآن کریم؛ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین چیز ۱۴۹
قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی دلیل ۱۵۱
حدیث (۲۲) حاملین قرآن اللہ کے خاص بندے ہیں ۱۵۲
حدیث (۲۳) قرآن کریم کی برکت ۱۵۵
حدیث (۲۴) اُمتِ محمدیہ کے معزز ترین حضرات ۱۵۷
اُمتِ محمدیہ کا شرف وافتخار قرآن مجید ہے ۱۵۷
حدیث (۲۵) قرآن کریم کو مال ودولت کمانے کا ذریعہ نہ بنایئے ۱۶۰
دل اور گھر قرآن کے بغیر ویران ہے ۱۶۰
قرآن کریم کو کمائی کا ذریعہ بنانے کی سزا ۱۶۱
حدیث (۲۶) بعض حاملین قرآن سے متعلق ایک اہم پیشین گوئی ۱۶۴
قرآن کریم کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں ۱۶۵
حدیث (۲۷) قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھنا ۱۶۶
قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہ پڑھنے والا ۱۷۰
حدیث (۲۸) عنداللہ قاریٔ قرآن کا احترام، تعظیم وتجلیل کی علامت ۱۷۶
حدیث (۲۹) قرآن کریم کا مرتبہ ۱۸۱
حدیث (۳۰) دیکھ کر قرآن کریم پڑھنا ۱۸۲
حدیث (۳۱) قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرنا چاہیے ۱۸۴
ایک ہی دن یا رات میں ایک یا کئی ختم قرآن کریم کرنے والے ۱۸۴
وہ حضرات جو تین دن کے اندر اندر ختم قرآن کرلیا کرتے تھے ۱۸۸
ہر ہفتہ ختم قرآن کریم کرنے والے ۱۸۸
دس دن کے اندر ختم قرآن کریم کرنے والے ۱۸۸
حدیث (۳۲) قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا چاہیے ۱۹۱
بہت سے قاریٔ قرآن پر خود قرآن لعنت کرتا ہے ۱۹۱
حدیث (۳۳) قرآن کریم سوز کے ساتھ پڑھنا چاہیے ۱۹۳
حدیث (۳۴) قرآن کریم حضورِ قلب کے ساتھ پڑھنا چاہیے ۱۹۴
حدیث (۳۵) حافظِ قرآن اور اس کے دس متعلقین عذاب سے محفوظ ۱۹۵
حافظِ قرآن اور دس (۱۰) جہنمیوں کی سفارش ۱۹۶
حدیث (۳۶) قرآن کریم مستغنی بنادیتا ہے ۱۹۸
حدیث (۳۷) قرآن کریم کو بھول جانے کا وبال ۲۰۱
حدیث (۳۸) قرآن کریم؛ نورِ مبین اور ذکرِ حکیم ۲۰۵
حدیث (۳۹) قرآن کریم دواء ہے ۲۰۶
حدیث (۴۰) حفاظِ قرآن؛ اہل جنت کے سردار ہیں ۲۰۷

انتساب

☆...... مرکزِ علم وفن، ازہر ہند، ام المدارس، مادرِ علمی، دارالعلوم دیو بند

مخزن اسرار وحکم مادرِ علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

منبع علوم ومعارف مادرِ علمی دارالعلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور کے نام

جن کے عالمی وآفاقی معیارِ تعلیم وتربیت، زعفران زار فضاؤں اور علمی واصلاحی ماحول میں رہ کر دینی تبلیغ اور علمی واصلاحی خدمت واشاعت کا ولولہ اور جذبۂ صادقہ وجود میں آیا۔

☆...... مشفق ومربی محسن ومکرم والدین محترمین کے نام

اور

☆...... اُن تمام اساتذۂ گرامی قدر کے نام جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور جن کی دینی، علمی، عملی، فکری، اصلاحی اور قلمی ذہن سازی اور پُر خلوص محبت ومحنت کے طفیل کسی درجہ علم دوستی اور کتب بینی کا ذوق وشوق عطا ہوا۔

جزاهم اللّٰه عني وعن هذا الدين أحسن الجزاء. آمين

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ قرآن کر جاؤں

....

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

وارد حال بر غریب خانہ، خورشید منزل، بڈھا کھیڑہ کا تلہ، ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائیہ کلمات

فخر الاماثل، زبدۃ الافاضل، محدثِ کبیر، نمونۂ سلف، استاذِ محترم

سیدی وسندی حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب، دامت برکاتہم

مہتمم ومحدث مادرِ علمی دارالعلوم؍دیوبند، یو۔ پی، الہند

''دبستانِ قرآن مجید'' عزیز گرامی قدر مولانا محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سہارنپوری سلمہٗ کی تصنیف ہے، جس میں قرآن مجید اور حاملینِ قرآن مجید کے فضائل ومناقب، قرآن پاک کے حقوق اور قرآن پاک کے تعلق سے اُمت کی ذمہ داریوں کے بارے میں چالیس احادیث مبارکہ کا حسین انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

احادیثِ طیبہ کے متن کے ساتھ ان کے ترجمہ وتشریح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، اس طرح یہ کتاب قرآن حکیم کی خدمت کیساتھ چہل حدیث کا ایک قابل قدر مجموعہ بھی بن گئی ہے، جس کا اہتمام اُمت کے اسلاف واخلاف نے ہر دور میں کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف سلمہٗ کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اور اُمت کے اندر قرآن پاک سے والہانہ وابستگی کا جذبہ بیدار کرنے میں معاون ثابت ہو۔

وَالسَّلام

أبوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

(مہتمم) دارالعلوم؍دیوبند

۱۴؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ
سرپرست: خانقاہ ومرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا
چیف ایگزیکٹیو: احناف میڈیا سروسز

Molana
Muhammad Ilyas Ghuman
E-mail:ilyasghumman@gmail.com
www.ahnafmedia.com
Cell:00923328768787

تاریخ: 30-دسمبر 2019ء

حوالہ: ت۔87

نحمدُہ ونُصلّی علی رسولہ الکریم أما بعد!

قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا سیکھنا سکھانا باعثِ اجر وثواب اور اس پر عمل دنیا و آخرت کی کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔ امتِ مسلمہ نے قرآن مجید کی مختلف گوشوں سے خدمت کی ہے۔ کسی نے اس کے الفاظ کو یاد رکھا، کسی نے اس کی قراءات کی حفاظت کی، کوئی اس کے تراجم و تفسیر میں محوِ خدمت ہے، کسی نے اس کے ذریعے عقائد کو سمجھا اور سمجھایا اور کسی نے اس سے مسائل کا استنباط کیا۔ غرض ہر طرح سے علماء و حفاظ نے اپنا اپنا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "دبستان قرآن مجید" مولانا قاری محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سہارنپوری زید مجدہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے قرآن مجید کی خدمت اس جہت سے کی ہے کہ قرآن مجید کے فضائل، حفاظ قرآن کے مناقب، قرآن پر عمل کی اہمیت، امتِ مسلمہ پر قرآن کے حقوق وغیرہ جیسے عنوانات پر چالیس احادیث مبارکہ جمع کر دی ہیں۔ احادیث کے عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختصر پُر اثر تشریح بھی فرمادی ہے۔ بندہ اپنی مصروفیت اور مسلسل اسفار کی وجہ سے یہ کتاب بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا لیکن بندہ حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی زید مجدہ (مہتمم دار العلوم دیوبند، انڈیا) اور دیگر اکابرین کی تقاریز دیکھنے کے بعد قلبی اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ثابت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، حضرت مصنف زید مجدہ کو شایانِ شان جزاء عطا فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین

والسلام

محتاج دعا

محمد الیاس گھمن

دُعائیہ کلمات

اُستاذ الاساتذہ، جامع العلوم والفنون حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب، رحمہ اللہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور، یو۔ پی، الہند

حامدا ومسلما! اَمَّابعد، فدوی نے ''دبستانِ قرآن کریم'' کا مسوّدہ تقریباً پورا ہی بغور پڑھا، ماشاء اللہ بہت پسند آیا، کہیں حذف واضافہ کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی، یہ بظاہر ان چالیس مستند احادیث رسول ﷺ کا مجموعہ ہے، جو قرآن کریم کی فضیلت واہمیت واساس دین کی ثبوتیت پر مشتمل ہیں، نیز ان کے ذیل میں موقعہ بموقعہ دوسری بہت سی ایسی آیات واحادیث بھی جو فضائل قرآن سے تعلق رکھتی ہیں باحوالہ جمع کردی گئیں ہیں، جن کی معرفت گہرے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں، بلاشبہ عزیزم مولوی مفتی قاری محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سلمہٗ داد وتحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے ذوقِ مطالعہ کے ذریعہ بہت سی کتابوں سے انتخاب کرکے قابلِ قدر ذخیرہ عام فہم وسلیس اُردو زبان میں یکجا کردیا، یقیناً فریفتگانِ قرآن کریم کے لیے موصوف نے بہت اچھی اور نفع بخش پیش رفت کی ہے، اس موضوع پر ''فضائلِ قرآن'' رسالہ (تالیف: حضرت شیخ الحدیثؒ) کافی وافی سمجھا جاتا ہے، لیکن قارئین حضرات اس کتاب کے مطالعے سے مزید نئی معلومات سے لطف اندوز ہوکر دعا دیں گے، اِنشاء اللہ۔ میری خواہش ہی نہیں بلکہ اپیل ہے کہ قرآن کریم سے اُلفت ومحبت رکھنے والے طلباء وقراء پوری توجہ سے اس کو پڑھیں اور قرآن کریم کے آداب، فضائل، فوائد سے روشناس ہوں۔

مؤلف موصوف کے لیے بصمیمِ قلب دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اخلاص کے ساتھ قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول رکھے۔ آمین

العبد : محمد عاشق الٰہی (خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور)

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ

دُعائیہ کلمات

اُستاذ الاساتذہ، جامع العلوم والحکم، مشفقی ومربی، والدگرامی قدر
حضرت اقدس الحاج مولانا **نعیم احمد** صاحب مظاہری، مدظلہ العالی
قدیم ترین استاذِ عربی جامعہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور، یو۔ پی، الہند

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم، امابعد:

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا، الآیۃ.** یعنی اللہ تعالیٰ کی رَسی (قرآن کریم) کو مضبوطی سے پکڑلو۔ نیز حضرت رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم ان پر عمل کروگے تو گمراہ نہیں ہوں گے۔ ایک قرآن پاک، دوسری چیز: سنت، یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی۔ بہرحال ہمارے لیے قرآن کریم کے مطابق زندگی گذارنا ضروری ہے، جو دارین میں فلاح وکامیابی کا ذریعہ ہے، قرآن کریم سے متعلق چالیس احادیث مع تشریح لختِ جگر عزیزم مولوی قاری محمد سلمان فارسی قاسمی سلمہ اللہ نے اس کتاب ''دبستانِ قرآن'' میں جمع کی ہیں، جن پر حضرات اکابر علماء کی تصدیقات موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو بھی شرفِ قبول عطا فرمائے اور اُمت مسلمہ اور ہم سب کو کلامِ الٰہی پر اس کتاب کو عمل کا ذریعہ بنائے۔ آمین.

نعیم احمد مظاہری، عفا اللہ عنہ

۸؍ جمادی الاولیٰ: ۱۴۴۱ھ

دعائیہ کلمات

نمونۂ اکابر، منبعِ اخلاق، نباضِ وقت، مفکرِ قوم وملت
حضرت اقدس الحاج مولانا **محمد ناظم** صاحب ندوی، مدظلہ العالی
رئیس المعہد الاسلامی، مانک مئو، سہارنپور، یو۔ پی، انڈیا

برادرِ عزیز جناب مولانا محمد سلمان الخیر نعیمی صاحب ایک علمی وروحانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، اسی ماحول میں ان کی تربیت ونشو ونما ہوئی ہے، پھر ایشیا کی عظیم درس گاہوں سے انہیں فکر ونظر کا وسیع میدان ملا ہے، خود مولانا موصوف باصلاحیت، فاضل وصالح نوجوان ہیں، اور تحقیق کے نئے افق تلاش کرنے کا ان میں جذبہ کارفرما ہے، تدریس کے ساتھ مطالعہ کے شوق نے انہیں نئی دریافت اور جوہر ادراک کا سلیقہ عطا کیا ہے، اور ان میں نشترِ تحقیق سے ستاروں کے جگر چاک کرنے کا ہنر ہے۔ آپ کے چند رسالے پڑھے ہیں جن میں آپ کے ذوق تحقیق وحسن انتخاب کا پتہ چلتا ہے، وہ بچوں کی نفسیات سے بھی واقف ہیں، ان کے مزاج ومذاق اور ان کی ذہنی سطح سے ہم آہنگ نصاب بھی تیار کررہے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''دبستان قرآن مجید'' ان کے حسن ترتیب، ذوق تحقیق اور فکری بلندی کا غماز ہے، جس میں قرآن مقدس کی فضیلت واہمیت، اس کی آفاقیت وہمہ گیریت اور سماج ومعاشرہ میں ہدایت واصلاح کے تربیتی پہلو پر مشتمل چالیس احادیث ترجمہ وتشریح کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، اسی ذیل میں سینکڑوں احادیث کا عطر کشید کر کے قیمتی نصائح وانمول فوائد سے کتاب کی اہمیت ووقعت میں مزید اضافہ کیا گیا ہے، کتاب کا آغاز بطورِ تمہید ایک مقدمہ ہے جس میں قرآن مجید کے آداب اور اس کے تذکیری پہلو کو خوبصورت انداز میں اجاگر کیا گیا ہے، جو بہت مفید ونافع ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اس کتاب کو نافع بنائے، اور مولانا کے قلم اور ان کے اس علمی ذوق کو مولائے کریم سدابہار رکھے، آمین.

(مولانا) محمد ناظم ندوی، المعہد الاسلامی مانک مئو، سہارنپور

حدیثِ دل

رونقِ محافل، زینتِ مجالس، مستند صاحبِ قلم، معتمد مصنف

حضرت مولانا مفتی ناصر الدین صاحب مظاہری، زید مجدہٗ

مؤقر استاذ و مدیر ماہنامہ آئینۂ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، یو۔ پی، الہند

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

قرآن کریم وہ کلام بلاغت نظام ہے جس کے ایک ایک موضوع اور مضمون پر مکمل ومدلل کتابیں لکھی گئی ہیں اور جوں جوں قیامت کا زمانہ قریب آتا جائے گا قرآن کریم کے اندر کے چھپے نگینے و گنجینے ظاہر ہوتے جائیں گے، ابھی تو سورج کی شعاعوں کو اپنی گرفت میں کرنے اور چاند پر قدم رنجہ ہونے کو ہی انسان اپنی سب سے بڑی معراج تصور کررہا ہے، لیکن قرآن کریم زبانِ حال سے کہتا ہے ستاروں پر کمندیں ڈالنے، سورج کی شعاعوں کو قابو کرلینے اور چاند پر پہنچ جانے کو اپنی ترقی سمجھنے والو! یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، ابھی تو بہت سے رازہائے سربستہ کا ظاہر ہونا باقی ہے، ابھی تو تم ہی میدانِ تحقیق میں کودے ہو ابھی تو بہتوں کو اس میدان کو سر کرنا باقی ہے، آسمانوں کی رفعتیں، زمین کی گہرائیاں، سنگلاخ پہاڑوں کے چھپے ہوئے راز اور فضاؤں میں محوِ گردش پرندوں کی بولیاں بھی انسان سمجھنے کی کوشش کرے گا اور کامیابیاں اس کا مقدر ٹھہریں گی، یہی نہیں چاند پر پہنچنے والوں کو اس وقت مزید حیرت ہوگی جب وہ سورج پر بھی پہنچ جائیں گے، تسخیر شمس وقمر کی گواہی تو قرآن دیتا ہے، نجوم ومہوم کی گردشوں سے واقفیت تو خود قرآن دیتا ہے، سمندروں کے مخفی خزانے انسانوں کے قدموں میں جا پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، ہاں مگر تسخیر شمس وقمر پر کامیابی حاصل کرنے والے تسخیر قلوب میں یکسر فیل رہیں گے، ان کو قرآن پاک کی بتائی ہوئی ایک ایک راہنما باتیں زندگی کے میدان میں آگے بڑھنے اور تحقیق وجستجو کے لیے قرآن کریم کو بار بار پڑھنے کا موقع تو دیں گی، لیکن ان کا پڑھنا اللہ کے لیے نہیں ذاتی اغراض کے لیے

ہوگا تاہم یہ سچ ہے کہ قرآن کریم سے جس شخص نے جس نیت اور ارادہ کے ساتھ تعلق استوار کیا کامیابیاں اس کا مقدر ٹھہریں، ایمان تو بڑی چیز ہے وہ تو صرف خوش نصیبوں کا حصہ ہے۔

قرآن کریم کی مختلف شکلوں میں علمائے دین کی خدمات کا احاطہ کرنے کی اگر کوشش کی جائے تو ورجنوں ضخیم ومبسوط جلدیں تیار ہو جائیں گی۔

پیش نظر کتاب ’’دبستانِ قرآن مجید‘‘ کچھ ایسی ہی خوبیوں اور خصوصیتوں سے مالا مال ہے ، جس میں مرتبِ کتاب مولانا محمد سلمان الخیر قاسمی استاذ دارالعلوم؍سہارنپور کے گہر بار قلم حقیقت رقم کی رعنائیاں بھی ہیں تو ان کے فکر وخیال کی بزم آرائیاں بھی ، ان کے اشہب قلم خامہ رقم کی نزہت آفرینیاں بھی ہیں اور جدید وقدیم علمائے دین وصاحبانِ دانش وبینش کی نگارشات کے اقتباسات وحوالہ جات بھی ، وہ مظاہر علوم؍سہارنپور کے جرعہ نوش ہیں تو دارالعلوم؍دیوبند کے حلقہ بگوش بھی ، وہ فکرِ ارجمند کے حامل بھی اور زبان ہوشمند کے اہل بھی ، قرطاس وقلم سے بھی ان کا رشتہ ہے؛ کیونکہ انہوں نے صرف درسیات کی حدتک خودکو محدود نہیں رکھا؛ بلکہ خطابت میں کمال بھی پیدا کیا اور تحریر وانشا میں جمال بھی ، اسی لیے کم عمری کے باوجود ان کی فکر رسا طبیعت اور موزوں ومناسب اسلوب نگارش لوگوں کے قلوب کو اپنی جانب مائل کرنے پر کامیاب نظر آتا ہے۔

اِس کتاب میں پچاس صفحات تک حقوقِ قرآن ، عظمتِ قرآن ، مقدمہ وپیش لفظ وتقریظات ، اکابر علمائے کرام کی تحریرات اور حفظ وحفاظ کے آداب ہیں ، گویا شروع میں کتاب کے مبادیات ہیں ، پھر چالیس نہایت اہم اور وقت کے تقاضوں کے مطابق احادیث کو اس سلیقہ کے ساتھ منتخب ومرتب کیا گیا ہے کہ پہلے حدیث شریف پھر ترجمہ ومطلب اور بہترین تشریح نیز موقع کی مناسبت سے خوبصورت اشعار وغیرہ کو ایسے شاندار طریقے کے ساتھ جڑا گیا ہے جیسے انگوٹھی کا نگینہ۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش وکوشش کو بھی سابق کی طرح شرفِ قبول عطا فرما کر مرتب کے لیے صدقۂ جاریہ اور اُمت کے لیے وسیلۂ ظفر بنائے۔ آمین یارب العالمین.

ناصرالدین مظاہری
استاذ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
۱۹؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

حوصلہ نواز کلمات

مفکرِ قوم و ملت برادرِ مکرم و محترم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد نعیمی صاحب مظاہری زید مجدہٗ

استاذِ عربی و نائب صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور، یو۔ پی، الہند

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم، أما بعد!

زیرِ نظر کتاب ”دبستانِ قرآن مجید“ عزیزم مولوی قاری محمد سلمان صاحب قاسمی حفظہ اللہ کی تالیف ہے، موصوف کے قلم سے دو درجن سے زائد کتابیں منظرِ عام پر آکر شرفِ قبول حاصل کر چکی ہیں، جس سے ہر بالغ نظر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ قلیل مدت میں اتنی کتب کا منظرِ عام پر آجانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ موصوف کو مطالعۂ کتب کا کس قدر ذوق و شوق ہے، یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس نے اپنی زندگی کو لایعنی کاموں سے بچا کر اضافۂ علم میں لگالیا ہو۔ اللّٰھم زدفزد.

بندۂ ناچیز نے اس کتاب کا ایک ایک حرف بغور پڑھا جو یقیناً بہت سی خوبیوں کو جامع ہے، یہ قرآن کریم کی فضیلت و اہمیت پر مشتمل چالیس احادیثِ رسول کا مستند مجموعہ ہے، ترجمہ و تشریح ہے، ساتھ ساتھ حاملین قرآن کے فضائل و مناقب، آداب و مسائل اور قرآن پاک کے تعلق سے اُمت کی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف سلمہٗ کی اس خدمت کو بے حد قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے قرآن کریم سے والہانہ وابستگی کا ذریعہ بنائے اور موصوف کو مزید اشاعتِ دین میں صحت و عافیت کے ساتھ لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

محمد نعیمی المظاہری، خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

۱۰/ جمادى الأخرى ۱٤٤۱ھ، بعد المغرب

اچھی کاوش، عمدہ کوشش

خانوادۂ اہل اللہ کے چشم وچراغ رفیق محترم ومکرم جناب مولانا مفتی بدران **محمد** سعیدی صاحب، زید مجدہٗ

مؤقر استاذ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، یو۔ پی، الہند

نحمده ونصلي علی نبيه وحبيبه وعلی آله وصحبه اجمعين .

قال النبي ﷺ: نضر الله امرء ا سمع مناشيئا فبلغه كماسمعه فرب مبلغ اوعی من سامع.

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پر رونق اور تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا اور جیسے سنا تھا ویسے ہی من وعن آگے پہنچادیا، کیونکہ بسااوقات براہِ راست سننے والے سے بالواسطہ سننے والا زیادہ سمجھدار اور محفوظ کرنے والا ہوتا ہے۔

اسلام کی صداقت وحقانیت اور دیگر ادیان ومذاہب کے بطلان کو سمجھنے کے لیے صرف یہی کہنا کافی ہے کہ اسلام رنگارنگ تعلیمات کا مجموعہ نہیں؛ بلکہ صرف ایک کتابِ ہدایت اُس کا دستور ہے، اسلام اَنگنت دیوی دیوتاؤں کا ماننے والا نہیں بلکہ صرف ایک خدا کی عبادت کرنے والا دین مستقیم ہے، اسلام بے شمار انسانوں کی تعلیمات کا پیروکار نہیں بلکہ صرف ایک نبی کا تابع فرمان ہے۔ اسی لیے اسلام کی تعلیمات کل کی طرح آج اور آج کی طرح کل ان شاء اللہ واضح روشن اور منور رہیں گی۔ یہ دین دیومالائی قصوں، کہانیوں اور عقیدہ وعمل کی رنگینوں سے عبارت نہیں بلکہ نہایت ہی مثبت اور ممتاز تعلیمات سے آراستہ وپیراستہ مذہب ہے۔ یہاں ذراسی بھی لچک انسان کو دین سے دور کردیتی ہے، عقیدہ میں ذراسی لغزش سے انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج

کردیتی ہے، یہاں شخصی وجاہتوں اور شاہی دبدبوں کی نہیں بلکہ اس کا معیار صرف قرآن وحدیث ہے، جن لوگوں کا عمل قرآن اور حدیث سے الگ ہو وہ مسلمان نہیں شیطان کے کارندے ہیں۔

اسلام کی اسی صداقت اور حقانیت کے تحفظ وتشخص اور احیاء وسربلندی کو دوام بخشنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ہمارے اسلاف واکابر نے بے انتہا محنت اور جد وجہد کر کے اسلام کو منافقین سے اور دینی تعلیمات کو موضوعات ومن گھڑت باتوں اور حکایتوں سے صاف وشفاف کرنے میں اپنی جانیں صرف کردی ہیں۔

پیش نظر کتاب ہمارے دوست مولانا محمد سلمان الخیر نعیمی کی ایک اچھی کاوش ہے جو ذخیرۂ حدیث سے ماخوذ ومستفاد قرآن مجید اور اس کے اعلی حاملین کے فضائل ومناقب پر مشتمل اور اُمت میں قرآن مجید سے وابستگی کا جذبہ پیدا و بیدار کرنے اور انتہائی اہم موضوعات کا احاطہ کرنے والی چالیس احادیث شریفہ کا انتہائی مفید ومعتبر اور مثل مشک وعنبر معطر ومعنبر بیش قیمت علمی مجموعہ ہے۔

عزیز موصوف کم عمر علماء میں ایک شستہ فکر، شگفتہ مزاج، بہتر صلاحیت اور اکابر واسلاف سے گہرا ربط وتعلق رکھنے کے باوصف فراغت کے بعد سے پڑھنے پڑھانے کا ستھرا ذوق اور پاکیزہ وجدان رکھتے ہیں، پیش نظر کتاب اپنے موضوع کا احاطہ کرتی، علماء وطلبہ کو ان کا فرض منصبی یاد دلاتی اور عوام وخواص کو دعوت مطالعہ واستفادہ دیتی نظر آتی ہے۔

”چہل حدیث“ ایک ایسا موضوع ہے جس پر اگر تحقیق کی جائے تو سینکڑوں سے زیادہ کتابیں اور حدیث کے مجموعے مل جائیں گے، چونکہ چہل حدیث کو یاد کرنے کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے اس لیے مختلف علماء اپنے اپنے طور پر اپنے طلبہ کو چہل حدیث یاد کرانے کا مزاج رکھتے ہیں، ضرورت ہے کہ اپنے طلبہ کو چہل حدیث کے ساتھ مختلف دینی موضوعات پر چالیس چالیس احادیث یاد کرادی جائیں، اِس سے ان شاء اللہ وہ طالب علم آگے چل کر بہترین استاذ، شاندار مقرر، اچھا

صاحب قلم اور علماء کی خاص مجلسوں میں بیٹھنے کی ہمت اور حوصلہ کر سکے گا۔ چنانچہ میرا ایک مشورہ ہے کہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ مشہور حدیث جو ''اربعین فی دین مبین'' کے نام سے مطبوع ومشہور ہے اس کے ہر جزء پر چالیس چالیس حدیثیں جمع ویکجا کر دی جائیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ یہ کام اگر چہ محنت طلب اور دشوار طلب ہے اور اس کا بھی اندازہ ہے کہ بعض موضوعات چالیس احادیث کا تتبع کار دشوار ہے تاہم ناممکن نہیں ہے، ابتدائیہ سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک سولہ سو (۱۶۰۰) احادیث کے اِس مجموعہ کو تمام سالوں پر تقسیم کر کے یاد کرانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، عام طور پر دینی مدارس میں عربی سال اول کا طالب علم دو ڈھائی سو احادیث بے تکلف یاد کر لیتا ہے اس حساب سے بڑھتی عمر کے ساتھ ہی حفظ حدیث کی مقدار بڑھاتے جائیں اور ان شاء اللہ اس طرح فارغ ہوتے ہوتے ہمارا طالب سولہ سو احادیث کا حافظ ہو جائے گا۔ یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ حفظ حدیث کا ذوق مدرسہ کے نصاب سے نہیں بلکہ خود اساتذۂ کرام کی ذاتی دلچسپیوں سے ہی ممکن ہے۔ اگر اساتذہ چاہیں تو نئی نسل بہت کچھ بن سکتی ہے ورنہ۔ ع:

تو ہی اگر نہ چاہے بہانے ہزار ہیں

میں عزیز مولانا محمد سلمان الخیر کو ان کی اس بہترین کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ان کے صالح افکار اور قوت فکر و عمل کا شاہکار مجموعۂ حدیث نئی نسلوں کو بہت کچھ فراہم کرے گا۔ ع: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بدران محمد سعیدی

خادم التدریس مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۲۴/ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ، وَنَزَّلَ الْقُرْآنَ ، وَأَنْعَمَ عَلَیْنَا بِالْإِیْمَانِ، وَأَتَمَّ لَنَا بِالْإِحْسَانِ. وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ الْأَتَمَّانُ الْأَکْمَلاَنِ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلْقِ، وَ سَنَدِ الْحَقِّ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ مِنْ بَنِيْ عَدْنَانَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہِ الْفِخَامِ فِي کُلِّ زَمَانٍ وَمَکَانٍ، أَمَّابَعْدُ:

قرآن کریم اللہ رب العزت کا کلام بھی ہے اور کتاب بھی، یہی وہ عالمی و اَبدی منشور ہے، جو امام الانبیاء ﷺ پر نازل ہوا، اسی وجہ سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس مقدس کلام اور عظیم الشان کتاب سے فطری لگاؤ اور طبعی مناسبت ہے، اس کی طرف دل کھنچتے ہیں، طبیعت مائل ہوتی ہے اور اجر وثواب کا حصول اس طرف اور زیادہ راغب کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، اگر اس پر ملنے والے اجر وثواب بھی معلوم ہوں، تو اور زیادہ تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اسی بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس رسالہ ''دبستانِ قرآن مجید'' میں ایسی چالیس صحیح احادیث ذخیرۂ کتبِ حدیث سے متن، ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ مدلل ومحول منتخب کی گئی ہیں کہ جن کو پڑھ کر یا سن کر قرآن کریم کی عقیدت ومحبت، ادب واحترام دل میں جاگزیں ہوتا ہے، اس کی تلاوت کا ذوق وشوق اور احکام پر عمل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

عنوان کے اعتبار سے تو واقعی یہ چہل حدیث کا مجموعہ ہے؛ لیکن عنوان کی ہر ایک

حدیث کے ذیل میں افہام و تفہیم اور استشہاد و مناسبت کی وجہ سے اور بھی سینکڑوں احادیثِ پاک سے بھی آپ مستفید ہوں گے۔ ان شاء الله.

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی صحیح معنوں میں تلاوت، اس کو سمجھ کر تجوید وقرأت سے پڑھنے، اس کے احکامات پر عمل اور منہیات سے رُکنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کریم کو ہماری روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج بنائے۔ آمین.

آج اُمت ذلت و پستی کی جس دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، اور پوری دنیا میں ہر طرف جس بے دردی و بے رحمی کے ساتھ جو اس کو تختۂ مشق بنایا جارہا ہے اس کی ایک بڑی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ آج عزیزانِ ملت (مسلمان، اہل ایمان) ہر اعتبار سے قرآن کریم سے دوری اختیار کیے ہوئے ہیں، ورنہ کیا مجال ہے کہ کوئی مسلمانوں کی طرف بدنظری سے بھی دیکھ لے، کیا ہم بھول گئے کہ یہ وہی قرآن نہیں ہے کہ جس سے وابستہ ہوکر عرب کے وحشی اور بدو حتیٰ کہ چرواہوں نے پوری شان و شوکت کے ساتھ ایک دنیا پر حکمرانی کی، فاران کی چوٹی پر اسلام وقرآن کا پرچم لہرایا، قیصر و کسریٰ کے پرخچے اُڑائے، شیطان اور اس کے مصاحبوں کو لوہے کے چنے چبوائے، جب ان اَحوال کا مشاہدہ و ملاحظہ تاریخ کی وساطت سے ڈاکٹر اقبال مرحومؒ نے کیا تو وہ بندۂ خدا موجودہ اُمت کی بیمار نبض پر ہاتھ رکھ بول اُٹھا:

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

کیا یہ وہی قرآن نہیں ہے کہ جس کو اپنی زندگی کا اَوڑھنا بچھونا بنانے سے مردوں کو مسیحا کر دیا گیا اور جس کو سننے، پڑھنے اور سینے سے لگانے کے بعد

اگر آج ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہماری عزتِ رفتہ واپس آ جائے تو اس کو ممکن بنانے کے لیے ہمیں دوبارہ پھر قرآن کریم سے وابستہ ہونا ہوگا، اس کو مشعلِ راہ بنانا ہوگا، اس کے نور سے منور اور برکت سے متبرک و مبارک ہونا ہوگا، آیئے عہد کریں کہ ہم پھر سے قرآن کریم کو پڑھیں اور پڑھائیں گے، اس کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اہل علم و عرفان سے انتہائی ادب سے گزارش ہے کہ وہ شاعر کے شعروں....

وَاِنْ تَجِــدْ عَيْبًا فَسُدَّ الْخَلَا
جَــلَّ مَنْ لَا عَيْبَ فِيْــهِ وَعَلَا
مَنْ عَابَ عَيْبًا لَهٗ عُذْرٌ فَلَا وَزَرًا
يُنْجِيْهِ مِنْ عَزَمَاتِ اللَّوْمِ مُتَّزِرًا
وَ اِنَّمَا هِيَ أَعْمَالٌ بِنِيَّتِهَا
خُذْ مَاصَفَا وَاحْتَمِلْ بِالْعَفْوِ مَاكَدَرًا

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قسم کی غلطی (جو کہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں) کی اصلاح بھی کریں اور آگاہ بھی کریں، میں انتہائی ممنون ہوں گا؛ جیسا کہ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ أَهْدٰى اِلَيْنَا عُيُوْبَنَا. (صيد الخاطر: ٩٥)

”اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، جو ہماری غلطیاں (ان کی نشاندہی) ہمیں ہدیہ کے طور پر دیتا ہے (جو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے)“

احباب کا کرم ہے اگر نکتہ چیں نہ ہوں
ورنہ ہم آپ معترف اپنی خطا کے ہیں

بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ الٰہی! اس حقیری خدمت کو بھی شرفِ قبولیت سے نواز کر میرے لیے اور میرے والدین مکرمین وحضراتِ اساتذہ کے لیے صدقۂ جاریہ فرما کر ذریعۂ نجات بنادیجیے اور میرے جن اساتذہ وکرم فرماؤں نے اس کتاب کی تصحیح وتبییض فرما کر اپنے قیمتی کلمات سے نوازا ہے، ربِ کریم انہیں دارین میں عافیت نصیب فرمادیجیے، بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے خاص محسن وکرم فرما عزیز القدر جناب قاری عبدالباسط صاحب قاسمی دیوبندی سلمہ کا شکریہ نہ ادا کیا جائے کہ جن کے صرفِ زر وبذلِ ہمت ہی سے یہ حقیری کوشش اشاعت پذیر ہوکر منظر عام پر آرہی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے بھی جمیع مسائل حل فرمائے، مرادیں عطا فرمائیں، ہر خیر سے مالامال فرمائے۔ **آمین یارب العلمین**

خاکپائے أساتذہ ومشائخ

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

معتمد: جامعہ عربیہ احسن العلوم ومکتب دینیات شیخ الہند: بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔ پی، انڈیا

۲۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۷ر مارچ ۲۰۱۹ء شب جمعہ

قرآن کریم؛ سرچشمۂ ہدایت ہے

باقاعدہ چہل احادیث تحریر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے تعلق سے کچھ قیمتی اور کارآمد مضامین پیش کر دیے جائیں، جن سے قرآن مجید کی عظمتِ شان مزید ظاہر ہو جائے۔

قرآن مجید ہدایت و نور کا سرچشمہ ہے اور زندگی کے جملہ معاملات کا حل ہے، جو اس کے حقوق کو پورا کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔ آج کل کے مادہ پرست دور میں ہر شخص افراط و تفریط کا شکار نظر آتا ہے، کوئی اس کی تلاوت پر ہی سالہا سال لگا کر اسی پر قانع ہو جاتا ہے اور حقیقتِ قرآن صرف تلاوت کرنے اور اس کے متنوع لہجات کے حصول کو سمجھتا ہے، دوسرا اس کی تلاوت سے اپنی کم علمی و جہالت کی وجہ سے دور ہے، پھر اس محرومی کی آگ مخالفت کر کے اُگلتا ہے۔ تیسرا سرے سے ہے ہی منکر کہ ایمان لانا تو یہ ہے کہ قرآن کو قرآن پاک کہہ دیا اور غلاف میں بند کر کے اونچی جگہ پر سجا دیا، چوتھا اسی قرآن کو نہ پڑھتا ہے نہ عمل کرتا ہے؛ بلکہ اس کا ایمان اور اس کی کاوشیں اپنے من پسند گھڑے ہوئے اُصولوں کے لیے قرآن مجید سے دلائل تلاش کرتا ہے اور عقل و خرد کی گتھیاں سلجھاتا ہے اور پانچواں صرف دعوت یا جہاد کا لفظ ہی جانتا ہے اور پوری زندگی اسی میں کھپانے کا عزم کیے ہوئے ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کا ایمان ہی نہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ محفوظ و مصون تمام اوصاف (متن و مدعا کے تمام گوشوں) کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے، تو پھر اس کا تعلیم دینا، دعوت دینا، جہاد کرنا کہاں ثمر آور ہو سکتا ہے؛ کیونکہ اسی تعلیم و دعوت اور جہاد کا مصدر تو قرآن مجید ہے، تو اگر

اصل ہی ناقص ہے (نعوذ باللہ) تو پھر فرع کا کیا اعتبار۔ اسی طرح ایمان کے بعد وہ خود اس کو پڑھتا نہیں اور سمجھتا نہیں، تو پھر وہ کسی کو کیسے تبلیغ کرسکتا ہے، اسی طرح تلاوت پر ہی زور دیتا رہے اور نمازوں کا چور رہے، ڈاڑھی کا چور رہے، دھوکے بھی دے، وعدہ خلافی بھی کرے، جھوٹ بھی بولے، تو عمل کے بغیر تو اس کا ایمان ہی متحقق نہیں ہوگا؛ چہ جائیکہ وہ تلاوت کو ہی اصل سمجھ کر قانع ہوکر بیٹھا ہے، جب تلک وہ دعوتی میدان میں قرآن مجید کا اسلوب اور نبوی اسلوب سامنے نہیں رکھے گا، اس کو کامیابی ممکن نہیں، تو اسی غرض سے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے کہ افراط وتفریط سے دور ہوکر توازن اور حقیقت کے لباس میں قرآن مجید پر بتدریج اس طرح ایمان لایا جائے جیسا کہ حضراتِ صحابہ (**رضوانُ الله عليهم أجمعين**) لے کر آئے، پھر اسے پڑھا جائے جیسے حضراتِ صحابہ (**رضي الله عنهم**) نے نبی کریم ﷺ سے پڑھا، پھر اسی طرح سمجھا جائے جیسا کہ صحابہ نے سمجھا اور اس پر مکمل عمل کیا جائے اور پھر اس امانت کو احسن انداز واسلوب میں آگے پہنچایا جائے اور یہی وہ خاکہ یہی وہ ڈھانچہ ہمارے اسلاف کے پاس تھا، تو ان کی فولادی قوتیں شاعروں کے کلام کی زینت بنیں اور ایک شاعر بول اُٹھا:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
جس قوم کے جوانوں کی ہو صورت فولاد

اور پھر پورے عالم میں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا، بقولِ شاعر:

کتابِ ہدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہوئی قوموں کی تقدیر دیکھی

اور اسلام کا آوازہ کلیساؤں میں بلند ہوا اس لیے کہ....

کیوں نہ ممتاز ہوتا اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

آج بھی وقت ہے کہ ہم اسی خاکہ اور خطوط کو حاصل کریں جن پر ہمارے اکابر واسلاف چلے تھے اور یہ آواز بلند کریں:

کلی کلی نکھاریں گے روش روش سنواریں گے
اگر قرآن طلب کرے گا تو خونِ دل بھی بہادیں گے

اور ارادے پختہ کرلیں؛ کیونکہ

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اور اپنی بساط واستطاعت کے مطابق قرآن مجید کی خدمت کا فرض ہم ادا کرتے جائیں۔ بقولِ شاعر:

مانا کہ اس جہان کو گلشن نہ کرسکے ہم
کانٹے ہٹا دیے پر جدھر سے گزر گئے ہم

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے احکامات اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین. وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِيُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم.

حافظو! قرآن کی عزت کرو اپنے سینوں میں
یہ دولت نہ ملے گی تمہیں آسمانوں اور زمینوں میں

☆......☆......☆

قرآن مجید کے حقوق اور ہمارا طرزِ عمل

ہدایت کے دو پہلو:

ہدایت کا ایک پہلو نظری، فکری اور علمی ہدایت ہے، جبکہ ہدایت کا دوسرا پہلو عملی، اخلاقی اور زندگی کے معمولات کے ضمن میں ہدایت ہے، یعنی انسان میں حق و باطل کی تمیز پیدا ہو جانا۔

پہلا پہلو:

جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ حقیقت نہیں؛ بلکہ جو کچھ اس کے پیچھے ہے وہ حقیقت ہے ۔ کائنات میں جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ حقیقت نہیں؛ بلکہ حقیقت اس کے پیچھے ہے ۔ ایک ہمارا یہ ظاہری وجود ہے، جس میں درد محسوس ہوتا ہے؛ لیکن یہ حقیقت نہیں، حقیقی وجود روحانی وجود ہے جو نظر نہیں آتا۔

اسی طرح یہ کارخانۂ دنیا ہے، یہاں کی رنگینیاں ہیں، ساز و سامان ہے؛ لیکن حقیقت اس کے پیچھے ہے یعنی آخرت۔ یہ جو ظواہر ہیں ان کے بجائے حقائق پر توجہ ہو تو یہ نظری ہدایت ہے ۔ تین حقائق یعنی ذاتِ باری تعالیٰ، روحِ انسانی اور حیاتِ اُخروی پر جب تین ظواہر یعنی کائنات، جسمِ انسانی اور حیاتِ دنیوی کا پردہ پڑ جائے تو یہی دجل اور دجالیت ہے ۔ نبی اکرم ﷺ کی (یا بعض صالحین کی) ایک بہت ہی پیاری دعا اسی کے بارے میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اَرِنِیْ حَقِیْقَةَ الْاَشْیَاءِ كَمَا هِيَ.

(صید الخاطر: ٤٢٩، مرقاۃ المفاتیح، شرح مذاهب اهل السنة)

”اے اللہ! مجھے تمام چیزوں کی حقیقت اسی طرح دکھا دے جس طرح وہ ہیں“۔

دوسرا پہلو:

دوسری ہدایت عملی ہے اور اس کے بھی دو درجے ہیں:

(۱) انفرادی سطح پر ہدایت۔ (۲) اجتماعی سطح پر ہدایت۔

انفرادی ہدایت یہ ہے کہ انسان کو یہ سمجھ آجائے کہ میں کیا کروں، کیا نہ کروں؟ کیا خیر ہے اور کیا شر ہے؟ کیا اچھی بات ہے اور کیا بری بات ہے؟ یہ انفرادی ہدایت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں ودیعت کی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا۔ (الشمس:۷،۸)۔

یہی وجہ ہے اس انفرادی معاملے پر قرآن مجید میں اتنا زیادہ زور نہیں دیا گیا، ان باتوں کو معروف اور منکر کہا گیا ہے، معروف یعنی جانی پہچانی جس سے خود ہی انسان واقف ہے، اور منکر یعنی جس سے خود ہی انسانی نفس نفرت کرتا ہے، دنیا کے کس انسان کو معلوم نہیں کہ سچ بولنا اچھی اور جھوٹ بولنا بری بات ہے۔

اجتماعی سطح پر ہدایت:

انسان کی اصل احتیاج اجتماعی زندگی کی ہدایت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آکر انسان افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے، دنیا میں تین بڑے اجتماعی مسائل ہیں:

(۱) مرد وعورت کے حقوق میں توازن۔

(۲) ریاست اور شہری کے حقوق میں توازن، یعنی شہری کو کتنی آزادی ہے اور کتنا پابند ہے اور ریاست کو کتنی آزادی ہے اور کتنی پابند ہے۔

(۳) سرمایہ اور محنت۔ سرمایہ دار اور مزدور کے حقوق کا توازن۔ یہاں آکر

انسان ہدایت کا محتاج ہو جاتا ہے اور وہ ہدایت قرآن مجید سے ملتی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ،عَلَّمَ الْقُرْآنَ ،خَلَقَ الْاِنْسَانَ ، عَلَّمَهُ الْبَيَانُ.

(الرحمن: ۱، ۲، ۳، ٤)

رحمٰن اللہ کے ناموں میں سے چوٹی کا نام ہے اور قرآن تمام کتابوں میں سے چوٹی کی کتاب ہے اور انسان تمام مخلوقات میں سے چوٹی کی مخلوق ہے اور بیان انسان کی تمام صلاحیتوں میں سے چوٹی کی صلاحیت ہے۔

ان آیات میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ رحمٰن کی چوٹی کی مخلوق انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی چوٹی کی صلاحیت یعنی بیان کو اللہ کی چوٹی کی کتاب قرآن کو بیان کرنے پر صرف کرے۔ اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری قوت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی سطح پر رجوع الی القرآن کی زبردست تحریک چلنی چاہیے، تاکہ سب مسلمان قرآن کریم کے ساتھ جڑ جائیں، قرآن کو سیکھیں اور سکھائیں، سمجھیں اور سمجھائیں، عمل کریں اور عمل کروائیں، اسی سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

آج قرآن مجید ہماری زندگیوں سے نکل گیا ہے، ہم اگرچہ کئی کام انفرادی سطح کے کرتے ہیں؛ لیکن اجتماعی سطح پر پہلا قدم رکھتے ہی پیچھے ہٹ جاتے ہیں، ہم رواجی پردہ تو کرتے ہیں؛ لیکن شرعی پردہ نہیں کرتے، رواجی پردہ یہ ہے کہ اجنبی سے پردہ کرو اور جاننے والے یا رشتہ دار سے نہیں، جبکہ شرعی پردہ یہ ہے کہ غیر محرم سے پردہ کرو چاہے وہ رشتہ دار یا جاننے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح دیگر اجتماعی مسائل میں ہماری یہی حالت ہے کہ ہم دین پر عمل نہیں کرتے۔

قرآن مجید کے پانچ حقوق:

آج دنیا میں حقوق کی جنگیں لڑی جارہی ہیں، کہیں خواتین کے حقوق کی بات ہورہی ہے اور کہیں جانوروں کے حقوق کی؛ لیکن آج کے مسلمان کو یہ نہیں معلوم کہ اس پر قرآن مجید کے کتنے حقوق ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ہر مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں:

(۱) ایمان وتعظیم۔
(۲) تلاوت وترتیل۔
(۲) تذکر وتدبر۔
(۴) حکم واقامت۔
(۵) تبلیغ وتبیین۔

پہلا حق :... ایمان وتعظیم

ایمان کے دو حصے ہیں: ایک اقرار اور دوسرا تصدیق۔ ہم اقرار تو کرتے ہیں؛ لیکن یقین وتصدیق کی ہمارے اندر کمی ہے، لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ آیا ہم قرآن مجید کو متوارث مذہبی عقیدے کی بنا پر ایک آسمانی مقدس کتاب سمجھتے ہیں، جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے تعلق نہ ہو یا یہ یقین ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، جو اس لیے نازل ہوا کہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں؟۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمی کیسے پوری ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان ویقین کے حصول کا سب سے آسان ذریعہ اصحابِ ایمان ویقین کی صحبت ہے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عظیم ایمان بھی نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا نتیجہ تھا، آپ کے

بعد ہمارے لیے بھی اصحابِ یقین کی صحبت ضروری ہے اور خود ایسے خواص کے لیے نورِ ایمان کا منبع قرآن ہے، پھر اس کے بعد سیرتِ رسول واصحابِ رسول کا مطالعہ کرنے سے معنوی صحبت میسر آجاتی ہے۔

ایمان کوئی ٹھوس چیز نہیں جسے باہر سے ٹھونس کر اندر داخل کیا جائے؛ بلکہ ایمان کی چنگاری ہر انسان کے اندر موجود ہوتی ہے؛ لیکن اعمالِ بد نے اُسے دھندلا کیا ہوتا ہے، اس چنگاری کو شعلہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَاُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ، قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاجِلَاءُ هَا؟ قَالَ: كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ. (رواه البيهقي)

’’بے شک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اس کی صفائی کس طرح ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وقت موت کا دھیان رکھنا اور قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرنا‘‘۔

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے، اور کلامِ پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لیے صیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا اِنعکاس اس میں کم ہوگا، اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا اِنعکاس واضح ہوگا، اسی لیے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دور ہوگا اور دل کے اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لیے مشائخِ سلوک رِیاضت ومجاہدات، اَذکار واَشغال تلقین فرماتے ہیں۔

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہوجاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کرلیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے، تو ہوتے ہوتے (آہستہ آہستہ) ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے، پھر اس قلب میں خیر کی رَغبت ہی نہیں رہتی؛ بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللّٰھُمَّ احفظنا منه.

اسی کی طرف قرآنِ پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (التطفيف: ١٤)

”بے شک ان کے قلوب پر زنگ جمادیا ان کی بداعمالیوں نے“۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ وَاعِظَيْنِ نَاطِقًا وَصَامِتًا ، فَالنَّاطِقُ الْقُرْآن وَالصَّامِتُ الْمَوْتُ.

”میں تمہارے درمیان دو واعظ چھوڑ کر جارہا ہوں: ایک بولنے والا اور دوسرا خاموش، بولنے والا: قرآن شریف ہے، اور خاموش: موت کی یاد“۔ (العاقبة في ذكر الموت للخراط، بستانُ الواعظين ورياض السامعين لابن الجوزي: ١٤٦، كتاب الأربعين في أُصول الدين: ١٦٣، جامع بيان العلم وفضله: ٢/٢٤)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مہاجر مدنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اس کے لیے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دین ہی بے کار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے، اور نصیحت کرے گی کیا؟۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور وتدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے، اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر وزیر تو بہت درست کرتے ہو، مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور وتدبر نہیں کرتے۔ (فضائلِ قرآن: ۲۸۷)

دوسرا حق:... تلاوت

قرآن مجید کا دوسرا حق اس کی قراءت اور تلاوت ہے۔ قراءت کا لفظ ہر کتاب کے لیے بولا جاتا ہے، جبکہ تلاوت کا لفظ صرف قرآن کے لیے خاص ہے۔ پہلے زمانہ میں قاریٔ قرآن کو عالم کہا جاتا تھا؛ لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہونے لگا، جو قرآن کو مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت بار بار کرنے کی ضرورت ہے، جس طرح جسم انسانی بار بار کھانے کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح روحِ انسانی بھی غذا کی محتاج ہے اور روح کی سب سے عمدہ غذا تلاوتِ قرآن کریم ہے۔ پھر اس تلاوت کے بھی کچھ حقوق ہیں:

☆ تلاوت کا پہلا حق یہ ہے کہ قرآن کریم کو تجوید کے قواعد کا لحاظ کر کے تلاوت کیا جائے، یعنی مخارج، صفات اور رموز واوقاف کا علم ہونا چاہیے، تاکہ قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا ہو سکے۔

☆ تلاوت کا دوسرا حق یہ ہے کہ روزانہ کا معمول ہونا چاہیے، زیادہ سے زیادہ تلاوت کا نصاب دس پارے روزانہ ہے اور کم سے کم نصاب ایک پارہ روزانہ ہے، ان دونوں کے درمیان ایک نصاب ہے، جس پر اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کا معمول تھا، وہ ایک ہفتے میں ختم قرآن کا ہے، قرآن مجید میں سات منزلوں کی تقسیم اسی وجہ سے ہے کہ ایک منزل روزانہ تلاوت کرلی جائے اور ایک منزل کو تلاوت کرنے میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔

☆ تلاوت کا تیسرا حق خوش الحانی ہے، فرمایا: **زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ .**

(سنن أبي داوٗد: ١/٥٤٨، دار الکتب العربی، بیروت)

ترجمہ: قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرکے پڑھو۔ اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ: **لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ.** (سنن أبي داوٗد: ١/٥٤٨)

ترجمہ: جو قرآن کو خوبصورت نہیں پڑھتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

☆ تلاوت کا چوتھا حق یہ ہے کہ آدابِ ظاہری وباطنی کا خیال رکھا جائے، یعنی باوضو ہوکر قبلہ رُخ بیٹھ کر تعوذ وتسمیہ پڑھ کر حضوریٔ قلب، اور مسلسل تذکر وتدبر اور تفہم وتفکر کرکے تلاوت کا اہتمام کیا جائے۔ اپنے خودساختہ خیالات ونظریات کی سند قرآن میں نہ ڈھونڈی جائے؛ بلکہ قرآن سے ہدایت لینے کے لیے اُسے پڑھا جائے۔

☆ تلاوت کا پانچواں حق ترتیل ہے، یعنی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً. (المزمل:...)

''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو''۔ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا تثبیتِ قلبی کا ذریعہ بھی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَکَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلاً. (الفرقان:٣٢)

''اور اسی طرح (اُتارا) تاکہ ہم اس کے ذریعے تمہارے دل کو ثبات عطا کریں، چنانچہ پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر''۔

چنانچہ ترتیل کے ساتھ پڑھنے سے زیادہ فیض حاصل ہوتا ہے، ایک روایت میں فرمایا: ''قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ''۔

☆ تلاوتِ قرآن کا چھٹا حق یہ ہے کہ اس کو حفظ بھی کیا جائے، حفظ میں یہ ضروری نہیں کہ پورا ہی حفظ کیا جائے؛ بلکہ حسبِ توفیق زیادہ سے زیادہ حفظ کیا جائے، اور اگر پورا ہی حفظ کر لیا جائے تو نور علی نور ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے، ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلامِ پاک کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے، اگر کوئی بھی (العیاذ باللہ) حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گناہ گار ہیں۔

بلکہ علامہ زرکشی علیہ الرحمہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔

اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی اُمور میں گمراہی پھیل رہی ہے، وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے، اس کے الفاظ رَٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے، اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییعِ اوقات کہا جاتا ہے، اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی، تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا، مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لیے کس کس

چیز کو رویئے اور کس کس کا شکوہ کیجیے۔ فالی اللہ المشتکی و اللہ المستعان.

(فضائلِ قرآن: ۲۶۲)

تیسرا حق:.....تذکر وتدبر

یعنی قرآن کو سمجھنا، بغیر سمجھے قرآن کی تلاوت کا جواز ان لوگوں کے لیے ہے جو پڑھنے لکھنے سے محروم رہ گئے ہیں اور اب ان کی عمر اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ ان کے لیے سیکھنا ناممکن ہو چکا ہے، ایسے لوگ اگر ٹوٹی پھوٹی تلاوت کریں یا تلاوت نہ کر سکیں محض عقیدت کی بنا پر سطروں پر اپنی انگلیاں ہی پھیریں تو بھی ان کو ثواب ملے گا؛ لیکن پڑھے لکھے لوگ جنہوں نے دنیا کے مختلف علوم وفنون حاصل کرنے میں زندگیاں صرف کیں، اپنی تو کیا غیر ملکی زبانیں بھی سیکھیں، ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہے وہ قرآن کا فہم حاصل کریں۔

فہم کے مدارج:

فہمِ قرآن کے دو درجے ہیں: (۱) تذکر بالقرآن۔ (۲) تدبر فی القرآن۔

(۱) **تَذَکُّرْ بِالْقُرْآنْ** یہ ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا، اس اعتبار سے قرآن مجید بہت ہی آسان کتاب ہے، ارشادِ ربانی ہے: **وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرْ.** (القمر: ۱۷)

”ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنایا ہے، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟“۔

قرآن کریم کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر حجت قائم کر دی ہے، خواہ وہ کتنی ہی کم استعداد کا مالک ہو، اگر یہ بات درست ہے تو پھر یہ بھی درست ہے کہ قرآن سے نصیحت

حاصل کرنا ہر انسان کے لیے آسان ہے، ہر انسان قرآن سے تذکر حاصل کرسکتا ہے۔

(۲) تَدَبُّرُ فِي الْقُرْآنِ یہ ہے کہ قرآن مجید میں غور وخوض کیا جائے، قرآن مجید وہ سمندر ہے جس کی گہرائی کا کسی کو اندازہ نہیں ہوسکا، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تدبر وتفکر میں کئی کئی سال لگاتے تھے، وہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جن کو نبیٔ اکرم ﷺ نے سات دن میں قرآن کریم ختم کرنے کا حکم فرمایا تھا، وہ صرف سورۂ بقرہ میں تدبر پر آٹھ سال لگادیتے ہیں، حالانکہ آیات کا شانِ نزول، عربی زبان اور دیگر قواعد سب اچھے سے جانتے تھے، ان کو سیکھنے کی کوئی حاجت ہی نہیں تھی۔

حضرت امام ابوحامد غزالی علیہ الرحمہ نے ایک عارف کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: میں قرآن مجید کا ایک ختم ہر جمعہ کو کرتا ہوں اور ایک ختم ہر مہینے کرتا ہوں اور ایک ختم ہر سال کرتا ہوں اور ایک ختم ایسا بھی ہے کہ جس میں تیس (۳۰) سال ہوگئے ہیں، ابھی جاری ہے۔ اللّٰہ اکبر.

قرآن مجید کو بطریقِ تدبر پڑھنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے اس طرح پڑھنے کی کچھ شرائط ہیں، اس کام کے لیے اوّلاً عربی زبان کے قواعد کا گہرا اور پختہ علم ضروری ہے، پھر اس کے ادب کا ایک ستھرا ذوق اور فصاحت وبلاغت کا عمیق فہم لازمی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ جس زبان میں قرآن مجید نازل ہوا، اس کا صحیح فہم اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ادبِ جاہلی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور دورِ جاہلی کے شعراء اور خطباء کا کلام بھی پڑھا جائے، پھر اسی پر بس نہیں، قرآن کی اپنی بھی وضع کردہ اصطلاحات ہیں، جن سے واقفیت ایک طویل مدت تک قرآن کو پڑھتے رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر قرآن کے نظم کو سمجھنا، اس

کی ترتیب نزولی اور آیتوں وسورتوں کا باہمی ربط جاننا، یہ سب چیزیں بہت ضروری ہیں۔ یہ ساری وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں مفسرین نے چودہ علوم کا جاننا کہا ہے، اور یہ چودہ علوم والی بات تو پرانی ہے، اب تو اور کئی علوم بھی متعارف ہو گئے ہیں، اب تو سولہ یا اٹھارہ علوم کی قید لگائی جاسکتی ہے۔

چوتھا حق:... حکم، اقامت اور عمل

قرآن مجید کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، قرآن مجید نہ تو جادو منتر کی کتاب ہے کہ محض اس کے پڑھنا دفعِ بلیات کے لیے کافی ہے اور نہ ہی یہ محض حصولِ برکت اور ثواب کی کتاب ہے کہ دکان ومکان میں برکت یا مردے بخشوانے کے لیے اس کی تلاوت کی جائے؛ بلکہ یہ ''ہدی للناس'' ہے، اس کا مقصد نزول اس ہدایت کو حاصل کرنا ہے اور اُسے اپنی زندگیوں کا لائحۂ عمل بنانا ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جو تلاشِ حق میں لگا ہوا ہے، اس کو قرآن کے حق ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہیں ہے؛ لیکن وہ لوگ جو اسے حق سمجھتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں، ان کے لیے تو ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو اپنی زندگی پر عملاً نافذ کریں، وہ قرآن کریم کی انگلی پکڑ کر چلنے کی کوشش کریں۔

عمل کے دو پہلو:

پھر اس عمل کے بھی دو پہلو ہیں: ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی، ایسے احکام جن کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے، ان کا تو انسان فی الفور مکلّف ہے؛ البتہ ایسے احکام جن کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے، ان کا فی الفور مکلّف تو نہیں؛ لیکن ان کو درست کرنے کی کوشش کرنا یہ ضروری ہے۔

پانچواں حق:... تبلیغ وتبیین

قرآن مجید کا پانچواں حق اُسے دوسروں تک پہنچانا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً.** (سنن الترمذي: ٤/ ٣٣٧، ط: دارالغرب الاسلامي، بيروت)

امام الانبیاء ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کی ذمہ داری سے کوئی بھی بری نہیں، اگر چہ ایک ہی آیت آتی ہو۔ اصلاً تو یہ فریضہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور مفہوم کو اقوامِ عالم تک پہنچایا جائے؛ لیکن بدقسمتی سے جس جس کی یہ ذمہ داری تھی وہ خود محتاج ہے کہ اس تک پہنچایا جائے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم وتعلّمِ قرآن کی ایک ایسی رو چل پڑے کہ تمام مسلمان قرآن کریم کو سیکھنے سکھانے میں لگ جائیں۔ قرآن مجید کے یہ پانچ حقوق ہیں لیکن عام طور پر جو حقوق سمجھے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں: ریشمی جزدان میں رکھا جائے۔ جہیز میں دیا جائے۔ نزع کے وقت سرہانے کے قریب یا نئی دکان ومکان میں اس کی تلاوت کی جائے۔ عدالتوں میں قسم اُٹھاتے وقت سر پر رکھا جائے۔ پریشانی کے وقت فال نکالا جائے، **نعوذ باللہ من ذلک.**

قرآن عظیم الشان کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل:

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ! لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (رواه البيهقي)

ترجمہ: ”اے قرآن والو! اس قرآن کو پسِ پشت نہ ڈالو اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے صبح اور شام، اور اس کو پھیلاؤ، اور اسے خوبصورت آوازوں سے

پڑھو، اور اس میں تدبر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

لاتتوسدوا یعنی پس پشت نہ ڈالو، سہارا نہ بناؤ۔ ہم نے برکت کی کتاب سمجھ کر طاق میں رکھ دیا، اپنی قسموں کے لیے تختۂ مشق بنا دیا، مرتے ہوئے شخص کے پاس سورۂ یٰسین پڑھ لیتے ہیں، بیٹی کو ٹی وی کے ساتھ جہیز میں قرآن بھی دے دیتے ہیں۔ ہمارے حال پر امام الانبیاء ﷺ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ. (صحيح مسلم)

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سی قوموں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سوں کو گراتا ہے''۔

یعنی دنیا میں بحیثیتِ قوم ہماری تقدیر اس کتاب سے جڑی ہوئی ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ : كِتَابَ اللّٰهِ". (صحيح مسلم، ١٢١٨، سنن أبي داوٗد، ١٩٠٥، وغيرهما)

ترجمہ: ''میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک اس کے ساتھ چمٹے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن) ہے''۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، (اختصار کے پیش نظر جس کا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے) جس میں آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنہ ظاہر ہوگا، میں نے پوچھا اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ (اگر آج کا مسلمان ہوتا تو فوراً پوچھتا کب ہوگا؟ کہاں ہوگا؟ کیا ہوگا؟ لیکن حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی ایسی فکر لگی ہوتی تھی کہ فوراً اس سے خلاصی

کا طریقہ پوچھا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے خلاصی اللہ کی کتاب ''قرآن'' ہے، اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں اور اس میں تمہارے درمیان فیصلے ہیں، وہ قولِ فیصل ہے، فضول بات نہیں ہے، جو جابر سرکش اس کو چھوڑے گا اللہ اس کو توڑ کر رکھ دے گا، اور جو اس کے علاوہ ہدایت تلاش کرے گا اللہ اس کو گمراہ کر دے گا، قرآن ہی حبل اللہ ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور صراطِ مستقیم ہے''۔

قرآن حبلُ اللہ (یعنی اللہ تک پہنچنے کی رسّی) ہے:

سورۂ حج میں فرمایا: ''وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ'' ۔ لیکن بات واضح نہیں تھی، پھر اس کی شرح سورۂ آل عمران میں بیان فرمائی: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ'' اب بھی بات واضح نہیں تھی، تو احادیث میں اس کی تشریح فرمائی:

(۱)... ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے قرآن پاک کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ '' ۔ یہی قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔

(۲)... طبرانی کی المعجم الکبیر کی ایک حدیث میں مزید وضاحت ہے، (اختصار کی وجہ سے اس کا صرف ترجمہ پیش ہے) ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، دیکھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کا مذاکرہ کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن اللہ کی کتاب ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا: کیوں نہیں؟! تو آپ ﷺ نے فرمایا: خوشخبری حاصل کرو، یہ قرآن اس کی ایک طرف (ایک حصہ) اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے، لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھام لو، اس کے بعد ہرگز

گمراہ نہ ہوگے''۔(المعجم الکبیر للطبرانی)

(۳)...اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی کتاب ہی اللہ کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ہے''۔

اَکابرینِ ملت کی نظر میں تمام مسائل کا حل قرآن مجید میں:

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ:

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علتِ حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے، جو تمام علل واسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جاسکتا ہے کہ علماءِ حق ومرشدین صادقین کا فقدان اور علماءِ سوء ومفسدین دجالین کی کثرت:

''رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا''.

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کو امام مالکؒ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ:

''لَایَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا''.

یعنی اُمتِ مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی، تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی، اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔(البلاغ:۱، شمارہ اول، مؤرخہ بارہ نومبر ۱۹۱۵ء)

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ:

مفتیِ اعظم ہندو پاک حضرت مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

’’میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک دن نمازِ فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا: ’’مزاج کیسا ہے؟‘‘ انہوں نے کہا کہ: ہاں! ٹھیک ہے، میاں! مزاج کیا پوچھتے ہو؟ عمر ضائع کردی۔ میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی؟ تو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: ’’میں تمہیں صحیح کہتا ہوں کہ اپنی عمر ضائع کردی‘‘ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اصل بات کیا ہے؟ فرمایا: ’’ہماری عمروں کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کردیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔ اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی!‘‘ پھر فرمایا: ’’ارے میاں! اس بات کا کہ کون سا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطاء پر؟ اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اور نہ قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا، روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعی علیہ الرحمہ کو رسوا کرے گا، نہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو، نہ امام مالک علیہ الرحمہ کو، اور نہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو.....اور نہ میدانِ محشر میں کھڑا کرکے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحیح کہا تھا یا امام

شافعی رحمہ اللہ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔ تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں، نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت ہی نہیں دی جا رہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے اور اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں، اس لیے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کردی''۔ (وحدتِ اُمت: ۱۳، مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اجتہادی مسائل اور ان کے اختلاف جن میں ہم اور عام اہلِ علم الجھتے رہتے ہیں اور علم کا پورا زور اس پر خرچ کرتے ہیں، ان میں صحیح و غلط کا فیصلہ دنیا میں تو کیا ہوتا میرا گمان تو یہ ہے کہ محشر میں بھی اس کا اعلان نہیں ہوگا؛ کیونکہ ربِ کریم نے جب دنیا میں کسی امام مجتہد کو باوجود خطا ہونے کے ایک اجر و ثواب سے نوازا ہے اور ان کی خطا پر پردہ ڈالا ہے تو اس کریم الکرماء کی رحمت سے بہت بعید ہے کہ وہ محشر میں اپنے اِن مقبولانِ بارگاہ میں سے کسی کی خطاٗ کا اعلان کر کے اس کو رسوا کریں۔

(ماہنامہ بینات، رمضان و شوال: ۱۴۳۵ھ، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)

دو عظیم شخصیات:

مدارس و دار العلوموں سے نکلنے والے لوگوں میں سے چوٹی کی شخصیت حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ہیں، اور کالجوں یونیورسٹیوں سے نکلنے والے لوگوں میں چوٹی کی شخصیت علامہ اقبال رحمہ اللہ ہیں۔

حضرت اقدس شیخ الہند علیہ الرحمہ:

شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جمعیت علماء ہند کے صدر تھے، اس میں بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث تمام علماء شامل تھے۔ آپ نے تحریک ریشمی رومال چلائی تھی، آپؒ کو حجاز سے انگریزوں نے گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کیا تھا، چار سال قید کے بعد جب ٹی بی کا مرض تیسرے سٹیج پر پہنچا تو انگریزوں نے رہا کر دیا۔ آپ جب رہا ہو کر بمبئی کے ساحل پر پہنچے تو آپ کا استقبال کرنے مہاتما گاندھی بھی آئے تھے،۔ رہائی کے بعد ایک مرتبہ دار العلوم ردیوبند میں علماء کے ایک مجمع میں آپؒ نے فرمایا: ”ہم تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں“۔ یہ الفاظ سُن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو دو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ:

”میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے: ایک ان کا قرآن کریم کو چھوڑ دینا، دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس

کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے‘‘۔ (خطباتِ سلف: ۱۲۳تا۱۲۵)

حضرت مفتی شفیع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

’’نباضِ اُمت نے ملتِ مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی، باقی ایام زندگی میں ضعف وعلالت اور ہجومِ مشاغل کے باوجود اس کے لیے سعی پیہم فرمائی‘‘۔ (وحدتِ اُمت)

علامہ اقبال رحمہ اللہ:

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے جو حل تجویز فرمایا، وہ یہ ہے:

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

علامہؒ اپنی فارسی کی شاعری میں اسی بات کو ایک اور انداز سے بیان فرماتے ہیں:

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندہ
در بغل داری کتابِ زندہ

’’ہم قرآن کو چھوڑ کر خوار ہو رہے ہیں اور شکوہ زمانہ کا کر رہے ہیں، اے وہ شخص جو شبنم کی طرح زمین پر گرا پڑا ہے، تیری بغل میں ایک زندہ کتاب ہے (اس سے استفادہ کر)‘‘۔

دراصل یہ سورۂ فرقان کی اس آیت کا مفہوم ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی فریاد واستغاثہ کو ذکر فرمایا:

"وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَاالْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا".

(الفرقان: ۳۰)

"اور کہے گا رسول، اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا"۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

"اگر تو مسلمان زندہ رہنا چاہتا ہے، تو یہ قرآن کے بغیر ممکن نہیں ہے"۔

اپنی تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں، آپ کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھا، اسی کو حقیقی معنوں میں اپنا ہادی و راہنما سمجھا، اپنے عمل، اخلاق اور معاملات کو اسی کے مطابق استوار رکھا تو اجتماعی و انفرادی ہر سطح پر ان کا رعب اور دبدبہ قائم رہا، دنیا میں وہ سربلند اور غالب رہے اور اسلام کا جھنڈا چہار دانگ عالم میں لہراتا رہا؛ لیکن جیسے جیسے وہ کتاب اللہ سے بے پروا اور نور و حکمت کے اس خزینہ سے بے تعلق ہوتے چلے گئے، ویسے ویسے ان پر زوال کے سائے گہرے ہوتے گئے اور وہ بتدریج فساد اور انحطاط میں مبتلا ہوتے چلے گئے اور نتیجتاً مغلوب ہو گئے، چنانچہ سب سے پہلے ان کے عقائد خراب ہوئے، پھر اعمال بگڑے، پھر سنت کی جگہ بدعت نے لے لی، پھر ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا، وہ بے شمار فرقوں اور قومی و نسلی جغرافیائی تعصّبات میں تقسیم ہو گئے۔ **اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَاالْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ.**

الٰہی! پوری اُمتِ مرحومہ کو ایک بار پھر قرآن سے وابستگی عطا فرما۔ آمین

☆......☆......☆

قرآن مجید کا ایک اہم حق؛ اس کو پڑھنا ہے

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بھی ذکر کیا گیا کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر قرآن کریم کا ایک حق یہ عائد ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو پڑھیں اور اسے بار بار اور اس طرح پڑھا جائے کہ جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے؛ چنانچہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا﴾. (الکہف:۲۷)

’’اور آپ کی جانب (اے محمد ﷺ) جو آپ کے رب کی کتاب (قرآن مجید) وحی کی گئی ہے اسے پڑھتے رہیے، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں، آپ اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے‘‘۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ. (العنکبوت:۴۵)

’’جو کتاب (قرآن مجید) آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھیے اور نماز قائم کیجیے‘‘۔

تو ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت مسلسل کرنا ضروری ہے اور یہ مؤمن کی روح کی غذا ہے اور اس کے ایمان کو تر وتازہ اور سرسبز وشاداب رکھنے اور مشکلات وموانع کے مقابلے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار اور اہم ترین ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کو ایک بار پڑھ کر کافی سمجھنا، مذکورہ آیات اس کا رد کرتی ہیں؛ کیونکہ اگر یہ ایک ہی بار پڑھنے کی چیز ہوتی، تو کم از کم نبی کریم ﷺ کو تو اس کے بار بار پڑھنے کی حاجت نہ تھی؛ لیکن آیات

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بار بار پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے، حتیٰ کہ ابتدائی ایام میں تو انتہائی تاکیدی تھا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہوئے بسر کرو اور خصوصاً جب مشکلات ومصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر واستقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کو تلاوتِ قرآن مجید کا حکم دیا جاتا، تو آپ تلاوت فرماتے اور تمام مصائب دور ہو جاتے، ترو تازگی اور خوشیاں لہلہانے لگتیں اور مصائب کا قلع قمع ہو جاتا؛ چنانچہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور شادابیوں وفرحتوں سے ہمکنار ہوتے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان قدر دانوں کی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ . (البقرة: ۱۲۱)

”وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (قرآن مجید) عطا کی ہے وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح کرنے کا حق ہے، یہی لوگ اس (قرآن کریم) کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں“۔

مذکورہ تینوں آیات میں لفظِ تلاوت استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی پیچھے چلنا اور پڑھنے کے آتے ہیں جو کہ **تلا یتلو تلاوۃ وتلوا** سے ہے، جس کا معنی تابعداری کرنا، اور موافقت کرنا ہے؛ چنانچہ احترام وتعظیم کے ساتھ قرآن مجید کو ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے انابت وخشوع اور خضوع کے ساتھ حصولِ برکت ونصیحت کی غرض سے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں اور یہی چیز جناب نبی کریم ﷺ سے مذکورہ آیتوں میں مقصود تھی، جس کو انہوں نے پورا فرمایا اور پھر آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پورا کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے ﴿حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ ”جس طرح حق ہے“..... سے تعبیر کیا، اگرچہ قرآن مجید کو پڑھنے کے لیے قراءت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ عمومی ہے ہر چیز کے پڑھنے پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کا مسلمان ہونے کے ناطے سے ہر ایک پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی تلاوت اس طرح کرے جس طرح کرنے کا حق ہے، تو اس حق کے حصول کو مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھنے سے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

﴿حافظِ قرآن کریم کی عظیم شان﴾

فضلِ خدا سے صاحبِ ذیشان ہوگیا
جو خوش نصیب حافظِ قرآن ہوگیا
وہ والدین حشر کے دن ہوں گے تاجدار
جن کا دُلارا حافظِ قرآن ہوگیا
اُس کو جلا سکے گی نہ دوزخ کی آگ بھی
محفوظ جس کے سینے میں قرآن ہوگیا
دس (۱۰) ایسے آدمیوں کو وہ جنت دلائے گا
دوزخ میں جن کے جانے کا اعلان ہوگیا
مانندِ آفتاب وہ چمکے گا حشر میں
جن کا پسر حافظِ قرآن ہوگیا
حفظِ قرآن پاک کی برکت نہ پوچھیے
انسان جس کے فیض سے ذی شان ہوگیا

☆......☆......☆

﴿قرآن کریم کے آداب﴾

(۱) خوب کثرت سے تلاوت کرنا۔ (روح المعاني، سورة الواقعة)

(۲) جس مکان میں قرآن کریم رکھا ہوا ہو، اس مکان میں صحبت نہ کرنا اور نہ ہی ستر کھولنا۔ (روح المعاني، سورة الواقعة)

نوٹ: اگر کسی ایسے مکان میں ہم بستری کی ضرورت پیش آ جائے تو قرآن کریم پر پردہ ڈال دیا جائے۔ (سنن و آداب: ١٦٧)

(۳) قرآن کریم پر کوئی کتاب یا سامان رکھنے سے احتراز کرنا۔

(روح المعاني، سورة الواقعة)

﴿قرآن کریم کی تلاوت کے آداب﴾

(۱) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تلاوت کرنا۔ (سنن النسائي: ٤٨/٢ ، رقم: ٣١٤٢)

(۲) باوضو تلاوت کرنا۔ (احياء علوم الدين: ٢٧٥/١)

(۳) تلاوت سے پہلے مسواک کرنا۔ (شعبُ الايمان، رقم: ٢١١٧، موسوعة الآداب الاسلامية: ٢٠٣)

(۴) تلاوت سے پہلے خوشبو لگانا۔ (فضائل اعمال، فضائل قرآن: ٥١١/١)

(۵) پاک صاف جگہ پر تلاوت کرنا۔ (روح المعاني، سورة الواقعة)

(۶) اگر ممکن ہو قبلہ رُخ ہو کر تلاوت کرنا۔ (الفتاوى الولوالجية: ٧٥/١)

(۷) عذر نہ ہو تو بیٹھ کر تلاوت کرنا۔ (فضائل قرآن: ٤٩٩/١)

(۸) ٹھہر ٹھہر کر تجوید و ترتیل کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنا۔ (المزمل: ٤)

(۹) عمدہ آواز سے تلاوت کرنا۔ (سنن أبي داوٗد: ١/٢٠٦، رقم: ١٤٦٨)

(۱۰) تلاوت کے وقت سنجیدہ وپُروقار رہنا۔ (روح المعاني، سورة الواقعة)

(۱۱) غور وتدبر سے تلاوت کرنا۔ (محمد: ٢٤)

(۱۲) تلاوت کے دوران دنیوی باتیں نہ کرنا۔ (صحيح البخاري: ٢/ ٦٤٩، رقم: ٤٥٤٦)

(۱۳) تلاوت کا تکلف سے خالی ہونا۔ (شرح السنة للبغوي: ١/٢١٤، مرقاة المفاتيح: ١/٢٦٠)

(۱۴) آیاتِ رحمت پر رحمت طلب کرنا، اور آیاتِ عذاب پر عذاب سے پناہ چاہنا۔

(صحيح مسلم: ١/٢٦٤، رقم: ٧٧٢)

(۱۵) خوف وخشیت کے ساتھ تلاوت کرنا۔ (الأدب في الدين: ٧٢)

(۱۶) رونا یا کم از کم رونے کی صورت بنانا۔ (مريم: ٥٨)

(۱۷) لعابِ دہن انگلی میں لگا کر ورق نہ اُلٹنا۔ (روح المعاني، سورة الواقعة)

(۱۸) احکامِ قرآن پر عمل کا اہتمام کرنا۔ (البقرة: ١٢١، موسوعة الآداب الاسلامية: ٢٠٨)

(۱۹) مسجد میں اکٹھے تلاوت کرنا، اور قرآن کریم سیکھنا، سکھانا۔

(صحيح مسلم: ٢/٣٤٥، رقم: ٢٦٩٩)

(۲۰) تین سے کم میں قرآن کریم ختم نہ کرنا۔ (صحيح ابن حبان: ٣/ ٣٥، رقم: ٧٥٨)

(۲۱) موسم گرما میں دن کی ابتدا میں، اور موسم سرما میں ابتداءِ شب میں ختم کرنا۔

(سنن الدارمي: ٤/٢١٨، رقم: ٣٥١٨)

(۲۲) حفاظِ کرام کا قرآن مجید کو یاد کرتے رہنا۔ (صحيح البخاري: ٢/ ٧٥٢، رقم: ٥٠٣٣)

(۲۳) قرآن کریم سے دنیا طلب نہ کرنا۔ (مسند أحمد: ٢٤/ ٢٨٨، رقم: ١٥٥٢٩)

(۲۴) احادیثِ مبارکہ میں جن سورتوں کے مخصوص دنوں اور وقتوں میں پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، اُنہیں اُن ایام واوقات میں پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرنا۔ (سنن الترمذي:١١٥/٢، رقم:٢٨٧٥، فيض الباري: ١٥٤/٤، سنن وآداب:١٥٩ـ١٦٤)

﴿قرآن کریم کے حاملین کے آداب﴾

(۱) قرآن کریم کی تعظیم کرنا۔ (سورة البروج:٢١،٢٢)

(۲) قرآن کریم کے درس وتدریس میں مشغول ہونا۔ (صحيح البخاری:٧٥٤/٢)

(۳) بہ کثرت تلاوت کرنا اور اُس پر مداومت کرنا۔ (صحيح البخاری:٧٥٣/٢)

(۴) نماز میں بہ کثرت تلاوت کرنا (بالخصوص بہ وقتِ شب)۔ (صحيح البخاری:٧٦٦/٢)

(۵) تلاوتِ قرآن کے آداب کی رعایت کرنا۔

(۶) تلاوتِ قرآن کو کمائی کا ذریعہ نہ بنانا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:١٦٨/٢، رقم٧٧٣٨)

(۷) لوگوں سے مستغنی رہنا۔ (التبيان فی آداب حملة القرآن:٤٤)

(۸) تلاوتِ قرآن کو غور سے سننا۔ (سورۂ اعراف:٢٠٤)

(۹) قرآنی اخلاق سے مزین ہونا۔ (صحيح مسلم:٢٥٦/١)

(۱۰) بہ کثرت روزے رکھنا۔ (مصنف ابن ابی شيبه:٢٣١/٧)

(۱۱) تواضع اختیار کرنا۔ (مصنف ابن ابی شيبه:١٢٠/٧)

(۱۲) (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اور آخرت کے خوف سے) بہ کثرت رونا۔ (سورۂ توبہ:٨٢)

☆……☆……☆

* * *

وحیٔ الٰہی اورقرآن کریم سے متعلق چنداہم معلومات

قرآنِ عظیم الشان کے مختصر آداب ذکر کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وحیِ الٰہی اورقرآن مجید کے تعلق سے کچھ قیمتی معلومات بھی سوال وجواب کی شکل میں ذکر کردی جائیں ، تاکہ قارئین کرام کی مزید طبع تسلی کا سامان بھی ہواور علم ومعلومات میں بھی اضافہ کا سبب ہو۔

وحی سے متعلق معلومات:

سوال: اللہ تعالیٰ فرشتہ کو وحی کس طرح کرتے تھے؟

جواب: اللہ رب العزت جب فرشتہ کوکسی نبی کے پاس وحی لے کر بھیجتے تو اس کو روحانی طور پر وحی کا القا کرتے ، یا وہ فرشتہ لوحِ محفوظ سے یاد کرکے لاتا اور نبی کو سنا دیتا۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري:٢/١٧٤)

سوال: قرآن کریم جس ترتیب سے لوحِ محفوظ میں ہے اسی ترتیب پر نازل ہوا یا دیگر ترتیب پر؟

جواب: علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قرآن مقدس شبِ قدر میں اکٹھا ایک ہی مرتبہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا اور مواقعِ نجوم کے مطابق تھا یعنی جس طرح بہ اختلافِ واقعات اسے نازل کیا جانا ارادۂ الٰہی میں تھا اسی کے موافق نزول کی ترتیب تھی ، لوحِ محفوظ میں جس ترتیب سے لکھا ہوا ہے ، اسی ترتیب سے نازل نہیں ہوا۔

(الاتقان في علوم القرآن:١/٥٤)

سوال: انبیاءِ سابقین جن کی زبانیں عربی زبان کے علاوہ تھیں ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کس زبان میں وحی لے کر آتے تھے؟

جواب: علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی عربی زبان میں لے کر آتے تھے، پھر ہر نبی اپنی زبان میں ترجمہ کر کے قوم کو بتلاتا، قوم کو سمجھاتا اور احکامِ الٰہی کی تبلیغ کرتا تھا۔ (الاتقان: ۱/ ۶۰)

قرآن کریم سے متعلق اُمور:

سوال: قرآن مجید انجیل کے کتنے سال بعد کس مہینہ کی کس تاریخ میں نازل ہوا؟

جواب: اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) تین سو ساٹھ (۳۶۰) سال بعد۔

(۲) سات سو (۷۰۰) سال بعد۔

(۳) پانچ سو (۵۰۰) سال بعد، ۲۴/ رمضان المبارک میں۔ (حاشیۂ شرح عقائد: ۱۰۱)

اور تاریخ کے سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ ۲۵/ رمضان المبارک میں نازل ہوا۔

(البدایہ: ۲/ ۷۸)

سوال: وہ سورتیں اور آیات کون کونسی ہیں کہ جن کے ساتھ فرشتوں کا بھی نزول ہوا؟

جواب: اس طرح کی سورتیں اور آیات یہ ہیں:

(۱) **سورۂ انعام**، اس سورت کے متعلق مروی ہے کہ مکہ میں رات کے وقت اس طرح نازل ہوئی کہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے اس کے اردگرد تسبیح (**سبحان اللّٰہ العظیم**) کی آواز بلند کرتے ہوئے زمین پر نازل ہوئے۔

(٢)**سورۂ فاتحہ**، اس سورت کو لے کر اسی ہزار (٨٠٠٠٠) فرشتے نازل ہوئے۔

(٣)**سورۂ یونس**، اس کو لے کر تیس ہزار (٣٠٠٠٠) فرشتے نازل ہوئے۔

(۴)**وَاسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا**، اس آیت کے ساتھ بیس ہزار (٢٠٠٠٠) فرشتے نازل ہوئے۔

(٥) آیۃ الکرسی، اس آیت کے ساتھ تیس ہزار (٣٠٠٠٠) فرشتے آسمان سے نازل ہوئے۔ (الاتقان في علوم القرآن : ٥٠/١)

(٦) سورۂ کہف، اس کو لے کر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ (کنز العمال: ٥٧٨/١)

ملحوظہ: واضح رہے کہ یہ فرشتوں کا نزول ان فرشتوں کے علاوہ ہے جو ہمیشہ وحی کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آتے تھے۔

(حاشیۂ ذخیرۂ معلومات: ١٨/٢، حاشیۂ اتقان اردو: ٩٩)

قرآن کریم کی آیات اور حروف کی تعداد:

سوال: قرآن کریم کی آیات کی تعداد کیا ہے؟

جواب: اس سلسلہ میں بھی کئی اقوال ہیں:

(١) قرآن کریم کی آیات کی تعداد چھ ہزار پانچ سو (٦٥٠٠) ہے۔ (تفسیر حمل: ٥/١)

(٢) دوسرا قول یہ ہے کہ چھ ہزار چھ سو سولہ (٦٦١٦) آیات ہیں۔ (الاتقان : ٨٩/١)

(٣) اور علامہ ابوعمرو عثمان الدانی رحمہ اللہ نے علماء کا اجماع اس بات پر نقل کیا ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی تعداد چھ ہزار (٦٠٠٠) ہیں، مگر پھر اس تعداد سے زیادتی کے متعلق

ان میں آپس میں اختلاف ہوگیا ہے، بعض لوگوں نے کچھ زیادتی ہی نہیں مانی، اور چند صاحبوں نے دوسو چار آیتیں زائد بتائی ہیں۔ (الاتقان في علوم القرآن:۱/۸۹)

سوال: قرآن کریم میں کل کتنے حروف ہیں؟

جواب: علامہ طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے کہ قرآن کریم کے حروف دس لاکھ ستائیس ہزار (۱۰۲۷۰۰۰) ہیں، یہ مقدار تمام آیاتِ منسوخہ کو ملا کر ہے۔ (تفسیر جمل:۱/۵، الاتقان :۱/۹۳، ذخیرۂ معلومات:۲/۲۱)

اختصار کے پیشِ نظر بس ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، مزید معلومات کے لیے ہمارے مخدوم و مکرم جناب مولانا محمد غفران کیرانوی رشیدی زید مجدہ کی مشہور کتاب ''ذخیرۂ معلومات'' کا مطالعہ فرمائیں۔

☆……☆……☆

قرآن مجید کے فضائل

قرآن کریم ایک ایسی بے نظیر و بے مثال کتاب ہے کہ اس کی قدر و منزلت و مرتبہ کا ادراک عام انسانی ادراکات کی سطح سے اس قدر ماوراء ہے کہ فکرِ انسانی خود قرآن مجید کی بیان کردہ تمثیلات و سرورِ کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر انحصار کرتی ہے اور جن اوصاف و میزات و ممیّزات و فضائل کو قرآن مجید اپنے اندر پنہاں کیے ہوئے ہے اس کو تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ قرآن مجید کے نزول سے لے کر آج تک اس کی تفسیر و ترجمہ اور مفاہیم و مدعا اور کسی نہ کسی گوشے کو واضح کرنے کے لیے لاکھوں کتابیں لکھی گئیں جن کا محور و مرکز اور قطب یہی قرآن مجید ہے؛ چنانچہ ہم اپنی اس مختصر سی کتاب "دبستانِ قرآن مجید" میں ان فضائل میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں، جن سے قرآن اور حاملین قرآن کی فضیلت مترشح ہوگی۔

اللہ کرے کہ یہ تحریر میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے قرآن مجید سے وابستگی کا ذریعہ بن جائے، ہم سب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت، اس کا سیکھنا سکھانا، اس کے احکامات اور مبارک تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنا آسان فرمائے۔

مولائے کریم! ہماری ہر طرح کی ایمانی، اعتقادی، فکری اور عملی و اصلاحی کوتاہیوں کو معاف فرما کر آئندہ کے لیے قرآن کریم اور اس کی مبارک و نورانی سوغات کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق سے مالا مال فرما۔ آمین

حدیث.........................(۱)

قرآن مجید کا معلم و متعلم پوری کائنات سے افضل

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کا تعلق اس سے جڑ جاتا ہے وہ بھی اس تعلق کی بدولت بابرکت اور برگزیدہ بن جاتا ہے؛ اس کی قسمت کا ستارہ اُفق پر روشن ہوتا ہے؛ چنانچہ سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. (مسند الامام أحمد، رقم: ٣٨٢، ٣٨٩، صحيح البخاري، رقم: ٤٦٣٩، سنن الترمذي، رقم: ٢٨٣٢، سنن أبي داوٗد، رقم: ١٢٤٠، سنن ابن ماجه، رقم: ٢٠٧، تحفة الأخيار، رقم: ٥٧٣٠)

ترجمہ: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

خِيَارُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.

(صحيح الجامع: ٣٢٦٨، تحفة الأخيار: ٥٧٣٧)

''تم میں سے اعلیٰ اور پسندیدہ وہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے''۔

اور صحیح البخاری کی ایک اور روایت میں فرمانِ نبوی ہے:

إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ . (صحيحُ البخاري: ٥٠٢٨، سننُ ابن ماجه، رقم: ٢٠٩، تحفةُ الأخيار: ٥٧٣٣)

”بے شک تم میں افضل ترین شخص وہ ہے کہ جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دے“۔

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

خِيَارُكُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَأَقْرَأَهُ. (رواه ابن أبي داوٗد، كمافي فيض المعين على جمع الأربعين: ٤)

”تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن کریم پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے“۔

تشریح: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ظاہر بات ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں: لہٰذا ان کا کلام بھی سب سے بڑا ہوگا، جو اسے سیکھے گا، پڑھے، پڑھائے گا، وہ بھی سب سے اعلیٰ و افضل ہوگا؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حافظ وقاری، عالم وفقیہ سے افضل ہے؛ بلکہ اس سے وہ قاری مراد ہے جو قراءت کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے علوم سے بھی واقف ہو اور دین کے احکامات سے بھی باخبر ہو، اس لیے کہ پہلے زمانے میں قاری عالم وفقیہ بھی ہوا کرتا تھا۔

شارح الحدیث علامہ طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ بہترین کلام، کلامِ الٰہی ہے، اس لیے قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والے حضرات، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں، بشرطیکہ یہ مبارک عمل اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہو، ریاکاری ودنیاداری مطلوب نہ ہو۔

(شرح الطيبي على المشكوة: ٤/٢١٥)

کلامِ پاک چونکہ اصلِ دین ہے، اس کی بقا واشاعت پر ہی دین کا مدار ہے، اس لیے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے، کسی توضیح کا محتاج نہیں۔ البتہ اس کی انواع

مختلف ہیں، کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب ومقاصد سمیت سیکھے اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔

نبی اکرم ﷺ کا ایک دوسرا ارشاد حدیثِ مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سُلیم رحمہ اللہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کر لے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کی گئی ہے اپنے سے افضل سمجھے، تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے۔ (فضائل قرآن: ۱۲)

اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلامِ الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے، تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔

ایک دوسری حدیث میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلامِ پاک کو حاصل کر لیا، اس نے علومِ نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا، جیسا کہ آئندہ صفحات میں مستقل آنے والا ہے۔

مشہور بزرگ حضرت سہل تُستَری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔

شرحِ احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہول ناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے، جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے ہیں، نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ (فضائل قرآن: ۱۳)

بہر حال افضلیت اور پسندیدگی اور اعلیٰ ہونے کا معیار قرآن مجید کی تعلیم وتعلم ہے؛

لیکن آج کا مسلمان دولتِ فانی کے گھمنڈ میں آ کر افضلیت کی کسوٹی اور اعلیٰ ہونے کا معیار اپنی جھوٹی دولت وثروت اور دوکان ومکان اور گاڑیوں کو تصور کرتا ہے اور پھر اس تصور کو سچا بھی سمجھتا ہے، اور عجیب وغریب دلائل پیش کرتا ہے اور یہی وہ مذموم فکر ہے جو کہ مسلمانوں میں سرایت کر گئی اور تخلف وذلت نے اپنے پنجے گاڑ لیے اور آخر کار قرآن مجید کی اس نعمت سے خود کو بھی دور کیا اور اپنے عمل سے لوگوں کو بھی قرآن مجید سے دور کیا حتیٰ کہ ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ کا مصداق تو یہودی تھے؛ لیکن مسلمانوں نے اپنے آپ کو دنیائے فانی میں کھو کر اپنے اوپر اس کی مہر ثبت کروالی۔

اے کاش مسلمان! تو نے اپنے فضل وبرتری وفضیلت کو برقرار رکھا ہوتا، تو آج اغیار کا غلام نہ بنتا، آج ورلڈ بینک اس کو ذلت کا ناچ نہ نچاتا، اگر مسلمان اپنے امتیازات کو زندہ رکھتا، جو کہ قرآن مجید کی تعلیم وتعلم میں تھا، تو آج کشمیر میں باطل مستیاں نہ کرتا، چیچنیا میں مسلمانوں پر آگ نہ برسائی جاتی، فلسطین کو اُلٹی چھری سے ذبح نہ کیا جاتا اور کاش مسلمان اپنا ماضی نہ بھولتا، تو ماضی کے اوراق اس کو بتلاتے کہ جب مسلمانوں نے اپنے میزات وشعائر کو مضبوطی اور سلامتی کے ساتھ پکڑے رکھا تو وہ برکات پھیلیں اور وہ ترقیاں ہوئیں اور وہ کرامات ظہور پذیر ہوئیں کہ شاعر نے اسے قلمبند کیا اور کہا:

لیے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسبِ اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ڈاکٹر اقبال مرحوم ''بانگِ درا'' میں ''شکوہ'' کی زبان میں اس موقع پر حقیقت کو برملا بیان کرتے ہوئے اپنے مخصوص جذبات واحساسات میں یوں گویا ہوتے ہیں:

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

اس لیے میرے مسلمان بھائی! ذرا سوچ اور قرآن کریم کی غیرت کو سینے میں پیوست کرلے اور ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان لے کر عمل پیہم کی ڈھال لے کر کھڑا ہوجا اور میدان کارزار میں یوں پکار:

ساقی میرے خلوص کی شدت کو دیکھنا
پھر آگیا ہوں شدت دوراں کو ٹال کر

اور قدم بڑھاتے ہوئے شرک وبدعت کا قلع قمع کرتے ہوئے دنیا والوں کو خواب سے یوں بیدار کر کہ فوراً اس فضیلت کا ہار زیب تن کریں اور آواز دے:

چھین لو بڑھ کے سمندر سے تلاطم کی لگام
ایسے ٹکراؤ کہ ہر موج کو خوباں کردو

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور اس افضلیت وبرتری کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں۔ آمین

مذکورہ حدیث پاک پر عملی وارفتگی دیکھئے کہ حضرت الامام القاری المقری ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ سُلمی علیہ الرحمہ کے بارے میں حضرت سعد بن عبیدہ علیہ الرحمہ سے منقول ہے:

وَأَقْرَأَ أَبُوْعَبْدِالرَّحْمٰنِ فِيْ إِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ. قَالَ: وَذَاكَ الَّذِيْ أَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا.

(صحيح البخاري، رقم: ٤٦٤٠، الالزامات والتتبع للدارقطني: ٢٧٥، رقم: ١٣٠)

''حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ نے قرآن کریم کا درس دیا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانہ امارت تک، اور موصوفؒ نے فرمایا: اسی حدیث نے مجھے کتاب اللہ پڑھانے کے لیے بیٹھا رکھا ہے''۔

محدثین و مؤرخین لکھتے ہیں کہ موصوف نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر حجاج کے زمانہ تک (تقریباً چالیس سال تک، جامع مسجد کوفہ میں) خدمتِ قرآن کریم انجام دی ہے، اگرچہ لوگ ان کے دیگر علوم دینیہ کے بھی پیاسے (اور محتاج) تھے۔ (افادات: فضيلة الشيخ القاري المقري الأستاذ آفتاب أحمد المؤقر -حفظه الله-)

آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

شارح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اس لمبے زمانہ تک درسِ قرآن مجید کی مدت کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

بين أول خلافة عثمان وآخر ولاية الحجاج اثنتان وسبعون سنة الاثلاثة اشهر، وبين آخر خلافة عثمان وأول ولاية الحجاج العراق ثمان وثلاثون سنة، ولم أقف على تعيين ابتداء إقراء أبي عبدالرحمن آخره، فالله أعلم بمقدار ذلك، ويعرف من الذي ذكرته أقصى المدة وأدناها. (فتح الباری شرح صحیح البخاري: ٩/٧٦٥)

☆……☆……☆

حدیث.........................(۲)

قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتیازی شان یہ بھی عطا کی ہے کہ اس کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُوْلُ: ﴿الٓمٓ﴾ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ. (رواه الترمذي، رقم: ۲۸۳۵ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کو اس کے بدلہ ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس کے برابر ہوگی، میں (محمد ﷺ) یہ نہیں کہتا کہ ﴿الٓمٓ﴾ ایک حرف ہے؛ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (گویا اس کے پڑھنے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں)۔

اور ایک دوسری روایت میں یہی راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَإِنَّكُمْ تُؤْجَرُوْنَ عَلَيْهِ أَمَا إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ: ﴿الٓمٓ﴾ حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ عَشْرٌ وَلَامٌ عَشْرٌ وَمِيْمٌ عَشْرٌ فَتِلْكَ ثَلَاثُوْنَ. (صحيح الجامع: ۲۱٦٤، حقوق القرآن: ۱۹)

”قرآن مجید کی تلاوت کرو، بے شک تم اس پر اجر دیے جاؤ گے، خبردار میں نہیں کہتا کہ ﴿الٓمٓ﴾ ایک حرف ہے؛ بلکہ الف کی دس نیکیاں اور لام کی دس نیکیاں اور میم کی دس نیکیاں، یہ تیس نیکیاں ہوئیں۔ جو الٓمٓ پڑھنے والے کو ملتی ہیں)۔“

تشریح: سبحان اللہ کتنی بڑی نعمت ہے، کہ صرف ﴿الٓمٓ﴾ یعنی تین حرف پڑھنے پر انسان

لمحہ بھر میں تیس نیکیاں کما لیتا ہے اور پھر یہ کم سے کم درجہ ہے کہ ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے، اللہ تعالیٰ اخلاص وللّٰہیت وغیرہ کی وجہ سے جس کے لیے جتنا ثواب چاہتے ہیں، بڑھا دیتے ہیں، مزے ہیں حفاظِ قرآن کے، آخرت کی نیکیاں ہی نیکیاں جمع کر رہے ہیں، روزانہ قرآن کریم تلاوت کرنے کی عادت ڈالیے، کوشش کیجیے کہ ہر مہینہ کم از کم ایک قرآن کریم ختم ہو۔

ہر حرف پر ملنے والا ایک اور بڑا اجر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْقُرْآنُ أَلْفُ أَلْفِ حَرْفٍ وَسَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ أَلْفَ حَرْفٍ فَمَنْ قَرَأَهٗ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ. (المعجم الأوسط للطبراني: ٦/٣٦١، رقم: ٦٦١٦)

”قرآن کریم میں دس لاکھ ستائیس ہزار حرف ہیں؛ لہٰذا جو شخص اسے اجر وثواب کی نیت سے صبر کے ساتھ پڑھے گا، اسے ہر حرف کے بدلے میں موٹی موٹی (بڑی بڑی) آنکھوں والی حوروں میں سے ایک بیوی ملے گی“۔

اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا وسیع اور انعامات بے پایاں ہیں، ان کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، کریم داتا کو دینا بہت پسند ہے، وہ ذرا ذرا سی چیز پر بہت زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ آج ہم دنیا اور دنیا کے مال و دولت کو جمع کرنے میں لگ رہے ہیں، آخرت کے مال و دولت کی کسی کو شاید پرواہ ہی نہیں، جب کہ یہ دنیا اور یہاں کی ساری ہی چیزیں فانی اور ختم ہونے والی ہیں، باقی رہنے والی چیز اور قیامت کے روز کام آنے والی چیز نیک اعمال اور ان کے بدلے میں ملنے والا اجر وثواب ہے، جس سے آج ہم اور آپ غافل ہیں، لہٰذا ہوش کیجیے اور قیامت کے دن چلنے والی کرنسی یعنی نیکیوں کا ذخیرہ جمع کیجیے

۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ جس روز کوئی مال واولاد کام نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توجہ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اے اسلام کے دعویدار (مسلمان)! کبھی تو نے سوچا بھی ہے کہ کائنات کا ہر کام تو کرتا ہے؛ ہر کام کرنے کے لیے تیرے پاس وقت اور فرصت ہے، حتیٰ کہ اخبار اور ناول کی بکواس کتابیں پڑھنے کے لیے تیرے پاس فرصت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کبھی تو نے قرآن مجید بھی کھولا اور تو جانتا ہے کہ اس کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں، اور اگر قیامت کے دن ایک نیکی کی بھی ضرورت پڑ گئی تو کون دے گا؟ اس دن تو ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ وَأُمِّهٖ وَأَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ﴾ (عبس: ٣٤-٣٦) ”بھائی بھائی سے بھاگ جائے گا اور ماں اور باپ (اولاد وغیرہ سے) بھاگ جائیں گے اور بیوی بھاگ جائے گی اور بیٹے بھاگ جائیں گے“..... یعنی ایک نیکی دینا بھائی کے بس کی بات نہیں ہوگی، ساری زندگی اس بھائی کے پیچھے جان دینے والے، امی امی اور لوّ لوّ کہنے والے اور بیوی جس کے پیچھے لگ کر والدین کو ناراض، اللہ تعالیٰ کو ناراض، اولاد کو سود خوری، ڈاکے اور کیا کیا پاپڑ بیلتا ہے، جب اس انسان کو ایک نیکی کی ضرورت پڑے گی تو سارے ہی انکار کر دیں گے اور بھاگ جائیں گے، پھر اے مسلمان! تو کہاں جائے گا؟ اس لیے آج وقت ہے۔ جنت و نیکیوں کا بازار انتہائی سستا ہے۔ اُٹھ اور قرآن کریم کو پکڑ اور نیکیوں کے انبار لگا، شاید کہ بقیہ زندگی ان نیکیوں سے بھر جائے اور سابقہ زندگی کی برائیاں بھی دُھل جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کیا قرآن کے صرف الفاظ پڑھنا، پڑھانا، رٹنا، رٹانا فضول ہے؟

﴿الٓمّٓ﴾ جو حروفِ مقطعات میں سے ہے، اور حروفِ مقطعات کے تراجم و معانی اور مرادِ خداوندی کی تعیین کے متعلق جمہور مفسرینِ اُمت کا قولِ فیصل یہ ہے کہ ان کی صحیح مراد اور

معانی اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، اس کے باوجود آپ نے دیکھا کہ امام الانبیاء ﷺ اس حرف کے پڑھنے والے کو کم از کم تیس نیکیوں کے حصول کی بشارت سنا رہے ہیں، معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو بے سوچے، سمجھے پڑھنے پر بھی نیکیاں ملتی ہیں، یہ کوئی فضول مشغلہ نہیں ہے۔

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بھی اس پر کافی وشافی روشنی ڈالی گئی ہے، مذکورہ حدیث پاک سے بھی اس بہت بڑے غلط پروپیگنڈے کا دفعیہ ہو جاتا ہے، اور وہ (پروپیگنڈا) یہ کہ بہت سے نادان لوگ دنیا کے بھولے بھالے مسلمانوں کے درمیان یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن کریم کو طوطے کی طرح رٹنے، رٹانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا؛ جب تک کہ اس کو معانی کے ساتھ سمجھ کر نہ پڑھا جائے، یاد رکھئے! یہ عمومی طور پر اُمتِ مسلمہ کو قرآن کریم اور اس کی تلاوت سے دور کرنے کی ایک سوچی سمجھی شیطانی چال ہے۔

چنانچہ اسی تحریک اور شیطانی آواز سے متأثر ہو کر بہت سے لوگ ایسے بھی ہوئے کہ جنہوں نے معمولی سی عربی و اردو زبان دانی سے واقفیت کی بنا پر خود قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش شروع کر دی، اور وہ اپنی عقل و مرضی کے مطابق قرآن مجید کو سمجھنے کا دعویٰ کرنے لگے، اسلامی اسکالر اور دانشورِ اُمت جیسے القابات لگا کر ٹائی، پینٹ پتلون پہن کر، ڈاڑھی اور ٹوپی اُتار کر قرآن مجید کا مفسر بننے کا جھوٹا دعویٰ اور ڈھونگ کرنے لگے، بالآخر قرآن کریم میں رائے زنی کر کے (جو کہ گناہِ کبیرہ ہے) خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے متبعین کو بھی گمراہی میں دھکیل گئے۔

قرآن کریم کا علم، اس کا افہام و تفہیم، درس تدریس، تفسیر و تقریر ہر ایرے غیرے کا کام نہیں ہے، آج جس کو دو تین عربی و اردو کے کلمات آ گئے، دو چار واقعے یاد ہو گئے، بس وہ مفسرِ قرآن بن بیٹھا، شیخ التفسیر اور اپنے آپ کو اسلامی اسکالر کہلانے لگا، یہ بڑا مشکل اور

نازک مرحلہ ہے، یہ مخصوص صلاحیت رکھنے والوں کا کام و مقام ہے کہ جس تک پہنچ پانا ناممکن تو نہیں؛ لیکن انتہائی مشکل ضرور ہے۔

اور دوسرا نقصان اس غلط نظریہ کا یہ ہوا اور ہوگا کہ بہت سے لوگ قرآن کریم نہ پڑھنے کا یہ بہانہ بنالیں گے کہ ہم تو معانی نہیں جانتے، تراجم نہیں جانتے، عربی زبان سے واقف نہیں ہیں، اور جب ہم ترجمہ، تفسیر اور عربی زبان سے واقف نہیں تو پھر خواہ مخواہ قرآن کریم کے الفاظ پڑھنے سے (کہ جن پر کوئی اجر مرتب نہیں ہوتا) کیا فائدہ؟ حالانکہ یہ بات اپنی جگہ اصولی ہے کہ جس طرح ہم دیگر زبانیں اور ہنر مندیاں سیکھتے سکھاتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم عربی زبان بھی سیکھیں، علومِ قرآنیہ کو حاصل کرنے کی بھی فکر کریں، صرف لفظی تلاوت پر ہی اکتفا نہ کریں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہم سے کیا چاہ رہے ہیں، ہم سے کیا مطالبات کر رہے ہیں، ہمیں کن کاموں کا حکم دے رہے ہیں اور کن کاموں سے رُکنے اور باز رہنے کی ہدایات دے رہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اس صلاحیت کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں مستند علماء اور اکابرین کی سرپرستی میں مختلف زبانوں میں لکھے ہوئے معتبر علماء و مفسرین کے تراجم و تفاسیر کا سہارا لیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان اردو یا عربی نہیں جانتا تو وہ یہ سوچ لے کہ محض الفاظِ قرآنی کو پڑھنے سے کیا فائدہ؟ یہ شیطانی دھوکہ ہے، اس لیے کہ قرآن کریم چاہے سمجھ کر پڑھا جائے، یا بغیر سمجھے دونوں ہی تقرب الٰہی کا وسیلہ اور حصولِ اجر و ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے متعلق ان کے بیٹے عبد اللہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا:

رَأَيْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ: يَارَبِّ مَاأَفْضَلَ مَاتَقَرَّبَ الْمُتَقَرِّبِيْنَ بِهٖ إِلَيْکَ؟ فَقَالَ: كَلَامِيْ يَاأَحْمَدُ، فَقُلْتُ: يَارَبِّ بِفَهْمٍ أَوْبِغَيْرِ فَهْمٍ قال: بِفَهْمٍ وَبِغَيْرِ

فَهْمٍ۔ (مناقب الامام أحمد لابن الجوزي: ٢٣٢، باب: ٩١، سير أعلام النبلاء: ١١/٣٢٧)

”میں نے اللہ رب العزت والجلال کو خواب میں دیکھا، تو عرض کیا: اے میرے پروردگار! سب سے افضل عمل کونسا ہے کہ جس کے ذریعہ سے آپ کے مقرب بندے آپ کا قرب وتقرب حاصل کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! میرے کلام (قرآن کریم)، میں نے عرض کیا: رب العزت سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر سمجھے بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں طرح“۔

معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے پڑھنا فضول نہیں؛ بلکہ باعثِ اجر وثواب اور تقربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔

تدبر فی القرآن بہت اہم کام ہے:

قرآنِ کریم کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس میں غور وخوض کیا جائے، قرآن مجید وہ سمندر ہے کہ جس کی گہرائی کا کسی کو اندازہ نہیں ہوسکا، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین کو بھی عربیت اور علوم عربیت سے انتہائی درجہ واقفیت کے باوجود قرآن کریم کو تدبر وتفکر کے ساتھ حاصل کرنے میں کئی کئی سال لگ جاتے تھے، وہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کو نبی کریم ﷺ نے سات دن میں قرآن کریم ختم کرنے کا حکم فرمایا تھا، وہ صرف سورۂ بقرہ میں تدبر پر آٹھ سال لگا دیتے ہیں؛ حالانکہ آیات کا شانِ نزول، عربی زبان اور دیگر قواعد سب جانتے تھے، ان کو سیکھنے کی کوئی حاجت ہی نہیں تھی، معلوم ہوا کہ قرآن کا سمجھنا اور اس میں غور وفکر کرنا بہت اہم کام ہے، جو ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

حضرت اِمام ابوحامد محمد غزالی علیہ الرحمہ نے ایک عارف باللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: میں قرآن مجید کا ایک ختم ہر جمعہ کو کرتا ہوں اور ایک ختم ہر مہینے کرتا ہوں اور ایک ختم ہر سال کرتا ہوں اور ایک ختم ایسا بھی ہے کہ جس میں (غور وفکر کرتے ہوئے) تیس

سال ہوگئے ہیں، وہ ابھی بھی جاری ہے۔

قرآن مجید کو بطریقِ تدبر پڑھنے کی کچھ شرائط ہیں: اس کام کے لیے اولاً عربی زبان کے قواعد کا گہرا اور پختہ علم ضروری ہے، پھر اس کے ادب کا ایک ستھرا ذوق اور فصاحت وبلاغت کا عمیق فہم لازمی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ جس زبان میں قرآن کریم نازل ہوا، اس کا صحیح فہم اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ادبِ جاہلی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور دورِ جاہلی کے شعراء وخطباء کا کلام بھی پڑھا جائے، پھر اسی پر بس نہیں، قرآن کریم کی اپنی بھی وضع کردہ اصطلاحات ہیں، جن سے واقفیت ایک طویل مدت تک قرآن کریم پڑھتے رہنے سے حاصل ہوتی ہے، پھر قرآن کریم کے نظم کو سمجھنا، اس کی ترتیبِ نزولی اور آیتوں وسورتوں کا باہمی ربط جاننا، یہ سب چیزیں بہت ضروری ہیں۔ یہ ساری وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں مفسرین کرامؒ نے چودہ علوم کا جاننا کہا ہے، اور یہ چودہ علوم والی بات تو پرانی ہے، اب تو اور کئی علوم بھی متعارف ہوگئے ہیں، اب تو سولہ یا اٹھارہ علوم کی قید لگائی جاسکتی ہے۔

اب ذرا انصاف بھری ایک نظر ان جدید اور آزاد خیال مفسرین کی طرف بھی ڈال لی جائے کہ جنہوں نے ان شرائطِ مذکورہ میں سے کسی ایک کو بھی کماحقہٗ کسی معتبر ادارہ یا شخصیت سے حاصل نہیں کیا اور وہ قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر لکھتے اور پڑھتے، پڑھاتے رہتے ہیں، جبکہ ان کی علمی وتفسیری خیانتوں سے ایک دنیا واقف ہے۔

افسوس صد افسوس! ان کم عقل مسلمانوں پر کہ جو معتبر ومستند اہلِ حق علماء ومفسرین کرام کو چھوڑ کر ان جھوٹے مفسرین اور دانشوروں وڈاکٹروں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، مشہور مقولہ ہے: اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ۔ کہ جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے، چونکہ وہ (کم عقل

ونادان مسلمان) بھی انہیں جیسے ہیں؛ لہٰذا وہ انہیں کے پیروکار ہیں، اصلی و مستند حضرات کو چھوڑ کر جاہل اور بد دین دانشوروں کے پیچھے چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

﴿قرآن کی فریاد﴾

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں ، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ، دَھودھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبوں میں بسایا جاتا ہوں
جب قول و قسم کی خاطر، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ، ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
جیسے کسی طوطا مینا کو ، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں ، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی ہوتے ہیں ، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے ، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں ، سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ میری عقیدت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

☆……☆……☆

حدیث.......................(۳)

قرآن مجید پر عمل بلندی اور انحراف تنزلی کا باعث

قرآن کریم ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کتنی ہی قوموں کو بلند کرتا ہے اور کرے گا اور اس سے اعراض وانحراف کی صورت میں کتنی ہی قوموں کو برباد اور ذلیل کرے گا؛ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ.

(صحیح المسلم، رقم:۱۳۵۳، سنن ابن ماجه، رقم:۲۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ جل شانہٗ (اپنی) اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کرے گا (عزت وسرخروئی سے نوازے گا) اور بہت سوں کو (کتنوں کو) گرادیتا ہے اور گرائے گا (ذلیل ورُسوا کردے گا)۔

تشریح: علماء وفقہاء اور قرآن کریم کے علوم کے حاملین کو اللہ تعالیٰ نے ہر دور وزمانہ میں عزت ورفعت عطا فرمائی ہے، سربلندی وسرفرازی سے نوازا ہے؛ لہٰذا جو قرآن کریم پڑھے گا، اس کے احکامات پر عمل کرے گا، اس کو اپنا مقتدیٰ بنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے عزت وسیادت عطا فرمائیں گے، ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ. (المجادلة، پ:۲۸)

(اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند فرماتے ہیں، جو ایمان والے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے)۔

لیکن قرآن کریم پڑھ کر بھلانا یا اس پر عمل نہ کرنا، اس کو نہ پڑھنا بڑی ہلاکت وتباہی کی بات ہے، بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے کہ ایسے نور کے انوارات سے مستفید نہ ہو، ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی راندۂ درگاہ اور محروم الخیر ہوں گے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ.

ذرا غور کیا جائے اور تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب تک قرآن مجید سے محبت وعمل خالص تھا، مسلمان کائنات پر کمندیں ڈالے ہوئے تھا، آج وہی مسلمان پوری کائنات میں مظلوم ومقہور اور ذلیل ورسوا ہے، جو اس قرآن سے اعراض اور اِنحراف کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب میں سے تمام لایعنی محبتوں کو نکال کر قرآن کریم کی محبت سے بھر دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں:

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ایک اور شاعر بابانگِ دہل کہتا ہے:

زمانہ آج بھی قرآن ہی سے فیض پائے گا
چھٹے گی ظلمتِ شب اور عالم جگمگائے گا

تکملة الحديث:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پاک ایک خاص موقع پر ارشاد فرمائی تھی، مناسب لگتا ہے کہ وہ مختصر واقعہ بھی تحریر کر دیا جائے۔

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نافع بن عبدالحارث حضرت عمر

رضی اللہ عنہ سے مقامِ عُسفان میں ملے، اس حال میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان سے دریافت) فرمایا:

آپ نے مکہ والوں پر کس کو (اپنی نیابت میں) حاکم بنایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ابن ابزیٰ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے آزادکردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ان (مکہ والوں) پر ایک آزاد شدہ غلام کو (اپنا) نائب بنایا؟ عرض کیا: وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا پڑھنے والا اور فرائض کا جاننے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! تمہارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بہت سے لوگوں کو بلند (مرتبہ) کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پست کرتے ہیں“۔ (صحیح المسلم: ١/ ٢٨٢، كتاب فضائل القرآن، الاستيعاب على هامش الاصابه: ٣/ ٥٣٩، مرقاة شرح المشكوة: ٤/ ٣٣٨، فيض المعين على جمع الأربعين: ٦)

انتہائی قابلِ رشک مقام ہے کہ قرآن کریم سے وابستگی اور حقیقی شغل دارین میں رفعتِ شان اور ابدی وسرمدی سعادتوں کا گنجینہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو بھی قرآن پاک سے صحیح، سچا اور حقیقی ربط وضبط اور تعلق نصیب فرمائے، اور ہم میں اور ہماری آل اولاد اور نسلوں میں بھی ایسی عزت ورفعت کے حاملین قرآن پیدا فرمائے۔ آمین۔

☆……☆……☆

حدیث.........................(٤)

وابستۂ قرآن کو مانگنے والوں سے بہتر دینا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَذِكْرِيْ عَنْ مَسْأَلَتِيْ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ. (سنن الترمذي، رقم: ٢٩٢٦)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: جس شخص کو قرآن کریم میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے روک دے (یعنی قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے اسے اس کا موقع نہ ملے تو) میں اسے اس سے زیادہ اچھا دیتا ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو دوسرے اور کلاموں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر ہے۔

تشریح: جو شخص قرآن کریم کو یاد کرنے، یا جاننے، سمجھنے اور اس کی تلاوت، اس کے احکامات کی تبلیغ وتشریح اور اس کے اَسرار ورُموز حل کرنے کی وجہ سے ذکرِ الٰہی نہ کر سکے، دعا نہ مانگ سکے، تو اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں، دلوں کے بھید واَسرار کو جانتے ہیں، وہ بے مانگے اس کی تمام خواہشیں پوری فرمادیں گے۔

صاحبِ "حفظ القرآن ومقامه" لکھتے ہیں:

اس حدیث پاک میں ان حضرات کے لیے خوش خبری ہے جن کو رات دن قرآن پاک کا مشغلہ رہتا ہے، پڑھنے پڑھانے، سمجھنے، سمجھانے میں اس درجہ مشغولیت ہے کہ دوسری (کوئی عبادت) دعا وغیرہ کا وقت نہیں ملتا، ایسے حضرات کو اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والوں

سے (بھی) زیادہ عطا فرمائیں گے۔

اس کو اس طرح سمجھئے کہ کوئی شخص مٹھائی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اسی کے کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے سے ہی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو قرآن کریم میں مشغول ہونے کی وجہ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، اس کو اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے جو کہ لامحدود ہیں، جن کی کوئی انتہا نہیں بہت اور بہت عطا فرمائیں گے اور دنیا میں ان عطاؤں کا ظاہر ہونا ضروری نہیں اُخروی اجر و ثواب جب حاصل ہوگا، اس وقت اس کی حقیقت منکشف ہوگی۔ (حفظ القرآن و مقامه: ٣٦۔٣٧)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل عطا کروں گا۔ (فضائل قرآن: ٢٦٣)

کسی ایسے ہی موقع پر فلاسفرِ اسلام علامہ ابو حامد غزالی علیہ الرحمہ نے بعض حکماء و علماء کا مشہور مقولہ نقل فرمایا ہے: **مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ.** (احیاء علوم الدین)

"جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اس کا ہو گیا"۔ تو یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ اس نے اپنے آپ کو کلام اللہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، تو بھلا اس کتاب کا رب اس کی ضروریات و تمنائیں کیوں نہ پوری کرے گا۔

کس بزم میں میرا ذکر نہیں، کس عرش پہ میری دھوم نہیں
میں پھر بھی اُکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

☆......☆......☆

حدیث..................(٥)

قرآن کریم پڑھنے والے کی مثال

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَارِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَثَلُ الْفَاجِرِ" بَدَلَ: "الْمُنَافِقِ". (مسند الامام أحمد، رقم: ١٩١١٧، صحيح البخاري، رقم: ٥٤٢٧، صحيح المسلم، رقم: ٧٩٧، سنن أبي داوٗد، رقم: ٤٨٢٩، سنن الترمذي، رقم: ٢٨٦٥، سنن النسائي، رقم: ٥٠٣٨، سنن ابن ماجه، رقم: ٢١٤)

ترجمہ: وہ مؤمن جو قرآن کریم پڑھتا ہو اس کی مثال اس ترنجبین کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور مزہ بھی عمدہ ہوتا ہے اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ شیرین ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا ہے اس پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے؛ لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس ایلوے کی طرح ہے جس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے، ایک روایت میں منافق کے بجائے فاجر (فاسق) کا لفظ ہے۔

تشـــریح: جو مسلمان قرآن کریم پڑھتا ہے اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے، دوسروں کو سکھاتا ہے، وہ ترنجبین (میٹھے اور خوشبودار پھل) کی طرح ہے، جو دیکھنے میں بھی بھلا معلوم ہوتا ہے، اور اس کی خوشبو بھی اچھی ہے، تو ایسا مؤمن قاریٔ قرآن وہ خیر کا باعث بنتا ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے، اس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اس کا قول وفعل اور نشست و برخواست (اُٹھنا، بیٹھنا) سب، لوگوں کے فائدہ کے لیے ہوتی ہے؛ لیکن جو مسلمان قرآن کریم نہیں پڑھتا، وہ ایمان واسلام کی وجہ سے بہر حال دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتا، کھجور کی طرح شیرین ہے، یعنی اس سے کسی بھی وقت فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے، وہ دکھاوے کے لیے ایسا کرتا ہے؛ لیکن کسی بھی وقت ڈس لیتا ہے، نقصان پہنچا دیتا ہے، یہ لوگ دیکھنے میں بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں؛ لیکن خبثِ باطنی کی وجہ سے ڈنک ضرور مارتے ہیں، جو منافق قرآن کریم نہیں پڑھتا، اس میں نہ خوشبو ہے، نہ مزہ، وہ نقصان ہی نقصان پہنچاتا ہے۔

اُتْرُجَّۃ: بڑے لیموں کی طرح سنہرے رنگ کا ایک پھل ہے، جس کو ہم لوگ چکوترا بولتے ہیں، جو افضل ترین پھل ہے؛ کیونکہ خوش منظری کی وجہ سے اس کا رنگ ناظرین کو فرحت بخشتا ہے اور اس کے کھانے کے بعد علاوہ لذت کے منہ خوشبودار اور ہاضمہ قوی ہوجاتا ہے۔ اور اس کا چھلکا اور اس کا گودہ اور اس کے بیج سب کے متعدد مختلف فائدے ہیں، جو علم طب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ (مجمع البحار: ۱/ ۱۲)

اور ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو، وہاں جن نہیں ہوتا، تو اس اعتبار سے بھی اس کی کلام پاک کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے؛ کیونکہ کلام اللہ پڑھنے

سے بھی جن بھاگ جاتے ہیں، بعض اطباء نے یہ بھی بتایا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اس اعتبار سے بھی اس کی قرآن کریم سے خاصی مشابہت ہوئی؛ کیونکہ کلام اللہ کی تلاوت کرنے سے بھی حافظہ قوی ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین چیزوں سے حافظہ بڑھتا ہے۔ (۱) مسواک۔ (۲) روزہ۔ (۳) قرآن کریم کی تلاوت۔ (فضائل القرآن: ۱۱۳)

فائدہ: استاذ الاستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے سمجھانے کے لیے غیر محسوس شئے کو محسوس سے تشبیہ دی ہے؛ تا کہ ذہن میں فرق کلام پاک پڑھنے اور نہ پڑھنے کا سہولت سے آجائے، ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو۔ (فضائل قرآن: ١١٤)

شارحِ مشکوۃ المصابیح علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے بڑی عجیب بات لکھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم پڑھنے والے مؤمن کی مثال ترنج سے اور نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال کھجور سے دی ہے؛ کیونکہ ترنج اور کھجور کے درخت میں خوب بلندی ہوتی ہے۔ اس میں مؤمن کے عمل کے مقبول ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔

اور منافق کی مثال ریحانہ اور اَیلوے سے دی ہے، ریحان اور اَیلوے کے درخت بلند نہیں ہوتے؛ بلکہ پست ہوتے ہیں اس میں اشارہ منافق کے عمل قبول نہ ہونے کی طرف فرمایا ہے۔ منافق اگر قرآن کریم پڑھ بھی لے، تو قابلِ قبول نہیں اور اس کے لیے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں۔ (شرح الطیبي علی المشکوۃ: ٢١٩/٤)

اللہ پاک ہمیں مؤمنین کاملین کی فہرست میں شمار فرمائے، اور ہر طرح کے نفاقِ اعتقادی و عملی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سنن ابی داؤد کی روایت میں اس حدیث کے خاتمہ پر ایک مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہم نشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے، اگر تجھے مُشک نہ مل سکا تو اس کی خوش بو تو کہیں گئی ہی نہیں، اور بدتر ہم نشیں کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ نہایت ہی اہم بات ہے، آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

﴿عظمتِ قرآن کریم﴾

لائق تعظیم و حرمت اس لیے قرآن ہے
خالقِ ارض و سماں کا آخری فرمان ہے
اس صحیفے کی صحیفوں میں الگ ہی شان ہے
اس کے ایک ایک لفظ میں عرفان ہی عرفان ہے
ہے تلاوت بھی ثواب اُس کی سماعت بھی ثواب
اللہ اللہ کیا کلامِ پاک کا فرمان ہے
یوں تو چاہا تھا عمرؓ نے اہلِ قرآں کا ہو قتل
یوں ہوئے قرآن پر قربان یہی تو شان ہے
جب سے اللہ نے کیا انساں پہ قرآں کا نزول
رَشک کے قابل فرشتوں کے لیے قرآن ہے
بجھ نہیں سکتا کسی آندھی سے قرآں کا چراغ
آندھیوں خود آ نہ جانا سامنے میدان ہے

☆……☆……☆

حدیث.........................(٦)

قرآن مجید؛ نیک وصالح ہم نشین ہے

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَارِيْحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَارِيْحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ اِنْ لَمْ يُصِبْکَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَکَ مِنْ رِيْحِهٖ، وَمَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيْرِ اِنْ لَمْ يُصِبْکَ مِنْ سَوَادِهٖ أَصَابَکَ مِنْ دُخَانِهٖ. (سنن أبي داوٗد، رقم: ٤٨٢٩)

ترجمہ: اس مؤمن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس ترنجبین کی طرح ہے، جس کی خوشبو بھلی ہے اور مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا، اس کھجور کی طرح ہے جس میں کسی قسم کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ اچھا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس پھول کی سی ہے، کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس ایلوے کی سی ہے، کہ جس کا مزہ کڑوا ہے؛ لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور نیک صالح ہم نشین کی

مثال مشک والے کی طرح ہے کہ اگر تمہیں مشک کا کوئی حصہ نہ بھی ملے، تب بھی اس کی خوشبو تو سونگھنے کو ملے گی ہی اور ہر برے ہم نشین کی مثال بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر اس کے پاس بیٹھ کر کالس نہ لگے، تب بھی اس کا دھواں تو پہنچے ہی گا۔

تشـــریـــح: یہ وہی حدیث ہے جس کا حوالہ ہم نے گزشتہ اوراق میں دیا ہے، اس حدیث پاک میں اچھے اور برے ساتھی کی بڑی عمدہ مثال بیان کی گئی ہے، اچھا ساتھی عطار کی طرح ہے اگر وہ آپ کو عطر دے دے، تو سبحان اللہ! سونے پر سہاگہ، ورنہ عطر نہ بھی دے، تب بھی آپ خوشبو تو سونگھ ہی رہے ہیں؛ لہٰذا نیک ساتھی کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی دینی و اُخروی فائدہ ہوتا ہے، نیک کاموں کا شوق پیدا ہوتا ہے، گناہوں سے نفرت ہوتی ہے مشہور مقولہ ہے:

صحبتِ صالح ترا صالح کند	صحبتِ طالح ترا طالح کند

اچھے لوگوں کے پاس بیٹھو گے تو اچھے بنو گے اور اگر برے لوگوں کے ساتھ بیٹھو گے تو برے بنو گے۔ جیسی صحبت اختیار کرو گے ویسی عادتیں اپناؤ گے، اور ویسا ہی نام پاؤ گے۔

برا ساتھی لوہار کی طرح فائدہ کچھ نہیں پہنچتا یا چنگاری سے کپڑے جلائے گا یا کالس سے کپڑے سیاہ کرے گا، ورنہ دھواں تو لگے گا ہی، اسی طرح برا ساتھی انسان کو برا بناتا ہے، بری صحبت کی وجہ سے انسان برائی میں لگ جاتا ہے، برائی کی برائی دل سے نکل جاتی ہے اور کسی نہ کسی آفت و مصیبت میں گرفتار کرا ہی دیتا ہے۔

☆......☆......☆

حدیث.......................(۷)

قاریٔ قرآن قیامت کے دن فرشتوں کی صف میں

قاریٔ قرآن جہاں پوری کائنات سے افضل واعلیٰ ہے، وہاں دنیا کے بعد یومِ حساب میں بھی اس کی تکریم وتعظیم بے نظیر ہوگی کہ اس کو مقربین فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَالَّذِيْ يَقْرَأُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ. (رواه البخاري، رقم: ٤٩٣٧، ومسلم، رقم: ٧٩٨. واللفظ لهٗ، وأبوداوٗد، رقم: ١٤٥٤، والترمذي، رقم: ٢٩٠٤، والنسائي في السنن الكبرى: ٢١/٥، رقم: ٨٠٤٦، وابن ماجه، رقم: ٣٧٧٩)

ترجمہ: قرآن کریم کا ماہر مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا (یا کراماً کاتبین کے ساتھ)، اور وہ شخص جو اٹک اٹک کر (رُک رُک کر) قرآن کریم پڑھتا ہے (یعنی لکنت کی وجہ سے ہکلاتا ہے) اور وہ اس پر شاق ہو (یعنی گراں گزرتا ہے) تو اسے دگنا اجر ملے گا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص مشکل سے قرآن شریف پڑھ سکے اسے دُگنا اجر ملے گا۔

تشریح: قرآن کریم آسانی سے پڑھنے والا جو روانی سے بلا مشقت کے قرآن شریف پڑھتا ہے وہ مقرب فرشتوں کے درجہ میں (یعنی ان کی صفوں میں) ہوگا، آخرت میں ان کا رفیق ہوگا، جیسے وہ مطیع وفرماں بردار تھے، کتابت پر مقرر ہیں، اس میں کمی وبیشی نہیں کرتے، اسی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حافظ وقاری ہے، اسے پڑھتا پڑھاتا ہے

؛ لیکن جو شخص اٹک اٹک کر پڑھے گا، پڑھنے میں تکلیف برداشت کرے گا روانی سے نہ پڑھ سکے گا لیکن پھر بھی تلاوت میں لگا رہے گا اسے مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے ایک اجر پڑھنے کا اور ایک تکلیف برداشت کرنے کا ملے گا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صاف ستھرا روانی سے پڑھنے والا اس سے کم اجر حاصل کرے گا اور اس کا اجر اس سے دُگنا ہوگا، اس کو جو اجر ملے گا، اس کا یہ مقابلہ نہیں کرسکتا۔

سبحان اللہ! قرآن کریم جہاں دنیا میں قاری وحافظ اور ماہر قرآن کو فضیلت مآب بناتا ہے، وہاں قیامت کی ہولناکیوں سے بچائے گا۔

محدث وفقیہ ملا علی قاری ہروی رحمہ اللہ نے ''طبرانی'' اور ''بیہقی'' کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا، تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے؛ لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا، تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حُفّاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔ (فضائل قرآن: ۱۷)

ماہرِ قرآن کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا، اس کی تکریم کی جائے گی، کاش آج کے مسلمان اس تکریم وتعظیم کو سمجھیں؛ لیکن صد افسوس ہے مسلمانوں پر کہ یہی ماہر وقاری ان کو برا لگتا ہے کہ نہ خود کوشش کرتے ہیں کہ ہم قاری وماہر بنیں، ہماری اولادیں حافظ وعالم بنیں؛ بلکہ جو بننا چاہے اسے روکتے ہیں اور جو قاری وعالم بن جائے پھر بھی اس کو مال ودولت کی کسوٹی پر تولتے ہوئے حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ساتھ اس عمل کو رد کرنے کے لیے باقاعدہ دلائل دیتے ہیں کہ اسلام میں تنگی اور تکلف نہیں، یہ تو ہم بھی نہیں تسلیم کرتے کہ تنگی اور تکلف ہے؛ لیکن ذرا سوچیں کہ بھلا یہ کہہ دینا کافی ہوگا؟ نہیں تنگی

وتکلف سے دور ہوکر قرآن کو پڑھیں تو سہی، ماہر تو بنیں؛ لیکن پھر بہانے ہوتے ہیں کہ جی ہر کوئی تو حافظ وقاری اور عالم نہیں بن سکتا، زبان موٹی ہے کیا کریں؟ دماغ کمزور ہے کیا کریں؟ میرے بھائی! ذرا سوچ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر صحیح زبان والا ایک حرف پڑھے، تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی؛ لیکن جس سے نطق اور تلفظ زبان کی رکاوٹ (ہکلاہٹ) وموٹی ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا؛ لیکن وہ محنت کرتا ہے اور تلاوت کرتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس محنت کا اجر اس کو دُگنا دیتے ہیں؛ لیکن اگر بہانوں پر تکیہ ہو، تو پھر نصیحت بھی اثر نہیں کرتی، اس لیے اُٹھ اور تجدیدِ عہد کر اور اپنی نیتوں کو خالص کر کے قرآن مجید کی نعمت کو سینے سے لگا اور:

فتح ونصرت کے لیے رب سے طلب امداد کر   غفلتوں بہانوں سے باز آجا عہد اپنا یاد کر
اُٹھ کھڑا ہو اپنے وعدے کو نبھانے کے لیے   دنیا میں اسلام کا آئین لانے کے لیے
دھر کو امن وامان کا نقشہ دکھلانے کے لیے   سکہ طاقت کا زمانے پر بٹھانے کے لیے
بے کس ومسکین کی ڈھارس بندھانے کے لیے   دشمنانِ دینِ احمد کو مٹانے کے لیے
بے دین وملحدوں کو سیدھی راہ دکھانے کیلئے   غفلتوں میں سوئے ہوؤں کو جگانے کے لیے
دنیا کو قرآن کا پیغام سمجھانے کے لیے   اس پر عمل کر کے جنت میں جانے کے لیے
اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆.....☆.....☆

حدیث.......................(٨)

قرآن مجید کی تلاوت آسمان وزمین کا نور ہے

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرما دیجیے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ؛ فَإِنَّھَا رَأْسُ الْأَمْرِ کُلِّہٖ. قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِيْ! قَالَ: عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّہٗ نُوْرٌ لَکَ فِي الْأَرْضِ وَذُخْرٌ (أَوْقَالَ: نُوْرٌ) لَکَ فِي السَّمَاءِ.

(أخرجه ابن حبان في الصحيح: ٧٦/٢، ومابين القوسين زيادة عنده)

ترجمہ: تم تقویٰ اختیار کرو، اس لیے کہ تقویٰ تمام اُمور کی جڑ ہے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اور وصیت فرما دیجیے! آپ نے ارشاد فرمایا: تم قرآنِ کریم کی تلاوت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ یہ تمہارے لیے دنیا میں بھی نور بنے گا اور آسمان میں بھی نور بنے گا۔

اور سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرما دیجیے، تو رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کا خوف وتقویٰ اختیار کرو؛ اس لیے کہ یہ ہر خیر کی جڑ ہے، اور تم ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن کریم کو لازم پکڑو؛ اس لیے کہ یہ تمہارے لیے زمین پر نور کا ذریعہ بنے گا اور آسمان میں ذکرِ خیر کا اور اپنی زبان کو روکے رکھو، سوائے خیر کے بولنے کے؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے تم شیطان پر غالب ہو جاؤ گے۔ (رواه أحمد في مسنده: ٨٢/٣، وابن

الضريس في فضائل القرآن، رقم: ٦٦، وأبو يعلى في مسنده: ٢٨٣/٢، رقم: ١٠٠٠)

تشریح: ان دونوں روایتوں میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو تمام اُمور کی جڑ اور ہر خیر کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ سے خوف وڈر اور تقویٰ کی وجہ سے انسان منکرات، فواحش اور ممنوع چیزوں سے بچتا اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بنتا ہے۔

عارفین وکاملین کہتے ہیں کہ تقویٰ تمام اُمور کی جڑ ہے، جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے، اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾. (الطلاق: ۳)

”جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے ہر تنگی میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا“۔

اور تلاوتِ قرآن کریم انسان کے دل و دماغ کو روشن کرتی ہے، اس کی وجہ سے قلب روشن اور دماغ منور ہوتا ہے، حق پر چلنا آسان ہوتا ہے، گناہوں سے بچنا اور ہلاکت سے دور رہنا سہل ہو جاتا ہے، ایسا شخص مخلوق کا بھی محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی۔

تلاوتِ کلام اللہ کا نور، بلکہ نورٌ علیٰ نور ہونا پچھلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا، شرحِ احیاء میں ”معرفتِ ابونعیم“ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسط رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے آسمان پر ستارے۔ (یہ روایت اگرچہ خاصی طویل ہے، لیکن احقر اختصار کے پیشِ نظر اپنے مقصود کی مناسبت والے مضمون پر ہی اکتفا کرتا ہے)

(الترغيب والترهيب، صحيح ابن حبان)

ایک اور اہم بات جو اس حدیث پاک میں ارشاد فرمائی گئی ہے، وہ زبان کو قابو میں رکھنے کی تلقین ونصیحت ہے، انسان کو چاہیے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اس کی وجہ سے دنیا میں بڑے بڑے فساد ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے انسان اپنی آخرت تباہ کرلیتا ہے، یہی انسان کو جہنم میں منہ کے بل گرائے گی، اسے قابو کرلیا، تو شیطان کو قابو کرلیا، زبان کو قابو میں رکھیے، ورنہ یہ اَژدھے کی طرح ڈستی ہے، بڑے بڑے شہسواروں اور بہادروں کو اس نے تباہ وبرباد اور ہلاک کرڈالا ہے۔

انسان کو اپنی زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھنی چاہیے، اس سے دل کو سکون اور روح کو تسکین حاصل ہوتی ہے، اعمال نامہ میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں، گناہ معاف ہوتے ہیں اور دل روشن ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَأْسُ کُلِّ شَيْءٍ وَعَلَیْکَ بِالْجِهَادِ فَاِنَّہٗ رَهْبَانِیَّةُ الْاِسْلَامِ وَعَلَیْکَ بِذِکْرِ اللّٰہِ وَتَلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَاِنَّہٗ رَوْحُکَ فِي السَّمَاءِ وَذِکْرُکَ فِي الْاَرْضِ. (أخرجهٗ أحمد في المسند: ٨٢/٣، مجمع الزوائد: ٤ /٢١٥)

''میں (محمد ﷺ) تجھے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں؛ کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے اور جہاد کرنا؛ کیونکہ جہاد اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کر؛ کیونکہ یہ ذکر وتلاوت تیرے لیے آسمان میں خوشگواری اور بغیر قید وقت کے سیر کرنے اور زمین میں عزت کا باعث ہے''۔

قرآن اور قدر دانِ قرآن بروزِ محشر عرش کے سایہ میں ہوں گے:

واقعی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں میں بڑی عجیب وغریب شان عطا کی ہے، یہ قرآن ہی ہے کہ جس کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی، ایک کلامِ پاک کہ جو جھگڑے کا بندوں سے، قرآن پاک کے لیے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری چیز رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملائے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے''۔ (شرح السنۃ)

شراحِ حدیث لکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمالِ قرب ہے یعنی حق سبحانہٗ وتقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا، ان کی طرف سے دربارِ حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا، ان کے درجے بلند کرائے گا۔

ملا علی قاری ہروی علیہ الرحمہ نے بروایتِ ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں، تو حق جل مجدہٗ کرامت وشرافت کا تاج مرحمت فرمائیں گے، پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمائیں گے، پھر وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ! آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں، تو حق تعالیٰ اس سے رضا کا اظہار فرمائیں گے۔ اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی، تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے؟ اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا؟

''شرحِ احیاء'' میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے؟ موت بہر حال آنے والی چیز ہے، اس سے کسی طرح مَفَر نہیں۔

''قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے'' کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا، جس کی طرف نبیٔ اکرم ﷺ کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی (یعنی جرأت تو کی)۔

بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے، اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسبِ اختلاف مختلف ہوتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور وفکر کرو، اس لیے کہ اس میں اوّلین وآخرین کا علم ہے، مگر کلام پاک کے معنی کے لیے جو شرائط وآداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے، بلکہ اس سے بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ (فضائل قرآن: ۱۷۱)

اہلِ فن نے تفسیر کے لیے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے، جیسا کہ ہم گذشتہ

اَوراق میں بھی اس پر کافی وشافی روشنی ڈال آئے ہیں، تفصیل کا موقع نہیں، پھر بھی ان علوم کے متعلق مختصراً پڑھنے کے لیے، استاذ المحد ثین شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی کتاب (فضائل قرآن: ۲۷۱ تا ۲۷۴) ملاحظہ فرمائیں۔

بہر حال زمین میں عزت اور آسمان میں خوشگواریاں اسی قرآن سے ہی ممکن ہیں، اس لیے اے وہ مسلمان! جو دنیا کے مال ومتاع سے عزت کا متلاشی ہے، آج ہی سے تلاوتِ قرآن میں مگن ہو جا، تیری عزت کی خواہشات پوری ہو جائیں گی اور واقعی کوئی لاکھ پتی ہو، کروڑ پتی ہو، کیا شان ہے اس تلاوت کرنے والے کی کہ یہ آگے مصلیٰ پر ہوتا ہے، امام ہوتا ہے، خواہ کتنا ہی غریب ہو اور یہ کروڑ پتی مقتدی ہوتا ہے اور ارتحاب واستقبال کرتا ہے اور قاری اسٹیج پر بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے، اور یہ اَرب پتی دیکھ دیکھ کر حسرت کے آنسو بہاتا ہے، **فَوَا عَجَبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ** پس تعجب ہے، مسلمانوں پر کہ یہ قرآن کو پھر کیوں اپنے سے دور کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس میزے کو حاصل کریں۔ آمین

☆……☆……☆

ﷺ

حدیث..........................(۹)

قرآن مجید؛ بہترین سفارشی ہے

قرآن مجید جہاں دنیا و آخرت میں عزت کا باعث ہے، وہاں یہ قیامت کے دن بہترین اور مضبوط سفارشی بھی ہے؛ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ. (صحيح ابن حبان: ۳۳۱/۱، رقم: ۱۲٤، شعب الايمان للبيهقي: ۳۵۱/۱، رقم: ۲۰۱۰، المعجم الكبير للطبراني: ۹/ ۱۳۲، رقم: ۸٦۵۵)

ترجمہ: قرآن کریم ایسا سفارش کرنے والا ہے کہ جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا کوشش (اور سفارش میں ضد و جھگڑا) اور مدافعت کرنے والا ہے کہ جس کی بات مانی جائے گی، جس نے اسے اپنا امام بنالیا، (زندگی کے ہر معاملات میں مقدم رکھا) وہ اسے جنت میں لے جائے گا، اور جس نے اسے پسِ پشت ڈالا، (اس کو اپنے پیچھے رکھا) وہ اسے گھسیٹ کر (کھینچ کر) جہنم میں لے جائے گا۔

تشریح: جو شخص قرآن کریم پڑھے گا، اس کے احکامات پر عمل کرے گا، اس کو دوسروں تک پہنچائے گا، اس کی پیروی اور اتباع اپنا دستور العمل بنائے گا، قرآن کریم اس کی سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش ضرور قبول فرمائیں گے، جو اس کو اپنے

سامنے رکھے گا، اپنی زندگی اس کے مطابق گزارے گا، اس سے غافل نہ ہوگا، تو قیامت کے روز قرآن کریم اس کا قائد و رہنما بن کر اسے جنت میں پہنچا دے گا؛ لیکن جو اس سے اعراض کرے گا، غفلت برتے گا، اس پر عمل نہیں کرے گا، اسے جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ لاپرواہی برتنے پر وعیدیں وارد ہوئیں ہیں، ''بخاری شریف'' کی اس طویل حدیث میں جس میں نبیُ اکرم ﷺ کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی، ایک شخص کا حال دکھلایا گیا، جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضرت اقدس ﷺ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا، لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلامُ اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جائے مناسب ہے۔

اور ایک روایت میں ہے سیدنا حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهٖ. (صحيح المسلم، رقم:٨٠٤)

ترجمہ: قرآن کریم پڑھو، اس لیے کہ یہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بنے گا۔

قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارش کرے گا، اللہ جل شانہ اس کی سفارش کو قبول فرمائیں گے، لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیے؛ تاکہ شفاعت کے

مستحق بنیں، رات کو پڑھیے، دن کو پڑھیے اس پر عمل کیجیے، دوسروں تک پہنچائیے، یاد رکھیے! قرآن کریم جس کی سفارش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو رد نہیں فرمائیں گے۔

تكملة الحديث:

حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی یہ (مذکورہ بالا) پوری حدیث پاک اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”دو چمکدار (سورتیں) سورۂ بقرہ وآلِ عمران پڑھا کرو؛ کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن دو بادلوں یا سائبانوں یا صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی، (اور) اپنے پڑھنے والوں کی زبردست سفارش کریں گی، تم سورۂ بقرہ پڑھا کرو؛ کیونکہ اس کا معمول، باعثِ خیر وبرکت اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ افسوس وحسرت ہے اور اہلِ باطل یعنی جادوگر لوگوں کا سورۂ بقرہ پر بس نہیں چلتا ہے“۔ (صحیح المسلم، سنن الترمذی)

اس حدیث پاک میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران یاد کرنے کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے اور ان کا خاص ثواب اور خصوصی سفارش کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے؛ لہٰذا جو لوگ پورا قرآن حفظ نہیں کر سکتے، تو وہ یہ دو سورتیں تو ضرور حفظ کر لیں؛ تا کہ مذکورہ بالا فضیلت حاصل کر سکیں۔ واللہ ولي التوفيق وهو خير الرفيق.

بہرحال! بلاشبہ قرآن سے بڑھ کر کوئی بھی سفارشی نہیں ہوگا؛ کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلامِ حقیقی ہے اور جب کلام ہی اپنے کلام کرنے والے کے سامنے گواہی دے دے، تو پھر سفارش کیوں نہ قبول ہوگی؛ چنانچہ حضرت علامہ شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ اَوْثَقُ شَافِعٍ وَأَغْنٰى غَنَاءً وَاهِبًا مُتَفَضِّلًا

''اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک مضبوط شافع (سفارش کرنے والی) ہے اور نہایت کافی اور بخشش و فضل والی ہے''۔

اور اس پر مستزاد قرآن مجید اپنے پڑھنے والے کے لیے ضد کرے گا، یہاں تک کہ اس کو بخشوا لے گا؛ جیسا کہ امام شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

يُنَاشِدُ فِيْ اِرْضَائِهٖ لِحَبِيْبِهٖ   وَأَجْدِرْ بِهٖ سُؤْلًا اِلَيْهِ مُوَصَّلًا

''قرآن مجید اپنے دوست کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ضد کرے گا (کہ اس کو بخش دے) اور قرآن مجید کے ایک کامیاب مطلوب ہونے کا کیا کہنا ہے''۔

قارئین کرام! یہ سفارش کس کے لیے کرے گا؟ جو اس کی تلاوت کرے گا نہ کہ جو اس کو غلاف میں بند کر کے طاق یا الماری میں رکھے اور ڈائجسٹ و اخبارات و رسائل کو سینے سے لگائے گا، ذرا اپنے دل سے سوچئے کہ پوری کائنات کی خبریں ہم نے پڑھ لیں، کیا قرآن بھی پڑھا؟ اگر دو صفحے پڑھے تو کیا اس کا حق اَدا کیا پڑھنے میں؟ اور کیا اس کو سمجھنے کی کوشش کی؟ جواب نہیں میں ملے گا، تو یاد رکھئے اگر جواب نہیں میں ہے، تو پھر یہی قرآن بقولِ رسول اللہ ﷺ تمہیں گھسیٹ کر جہنم میں لے جانے کا سبب نہ بن جائے، اور کیوں نہ لے کر جائے، سارا قرآن مجید تو کجا، تو نے تو سورۂ فاتحہ کا ترجمہ و مفہوم بھی سمجھ کر نہ پڑھا؛ ساری زندگی نمازیں پڑھتے گزر گئی؛ لیکن یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ سورۂ فاتحہ میں کیا کہہ رہے ہیں، ہم سے کیا خطاب کر رہے ہیں، اس سورت میں ہمیں کیا سکھانا چاہتے ہیں؛ حالانکہ سورۂ فاتحہ تو وہ سورت ہے کہ جس کے متعلق حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْقُرْآنِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (صحيح الجامع:١١٢٥)

"قرآن مجید میں افضلیت سورۃ الفاتحہ (الحمد للّٰہ رب العلمین) کو حاصل ہے"۔

اس لیے کہ اس میں انسان اپنی عبودیت اور اپنے رب، خالق ومالک کی ربوبیت وملوکیت کا اعتراف کرتا ہے، تو جو شخص اس فاتحہ کو بھی نہیں پڑھتا، اس کا مفہوم نہیں سمجھتا اور پانچوں نمازوں میں بار بار وعدہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے در پر سر کو جھکاتا ہے، بھلا کیسے اس کے لیے بخشش کا سبب بنے گا، کیسے اس پر فضل کی بارش کروائے گا، گویا کہ اگر وہ اتنا شعور بھی نہیں رکھتا کہ فاتحہ کو ہی غور وفہم سے پڑھ کر عمل کرے، تو پھر اس کا ہم نشین ہونا تو دور کی بات ہے، اس نے قرآن مجید سے تعلق رکھنا پسند ہی نہیں کیا؛ حالانکہ قرآن مجید جیسا کائنات میں کوئی بھی ہم نشین نہیں، دنیا کے دوستوں سے ہر کوئی اُکتا جاتا ہے؛ لیکن قرآن مجید کی بابت علامہ ابوالقاسم شاطبی غرناطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَايَمَلُّ حَدِيْثُهٗ　　وَتَرْدَادُهٗ يَزْدَادُ فِيْهِ تَجَمُّلاً

"قرآن مجید بہترین ہم نشین ہے، جس کی باتوں میں کبھی بھی اُکتاہٹ نہیں ہوتی اس کا بار بار وِرد اس کے جمال میں اضافے ہی کا باعث ہوتا ہے"۔

اور قرآن مجید صرف اُکتاہٹ کو ہی ختم نہیں کرتا؛ بلکہ اس سے ہم نشینی کر لیتا ہے، اس کے لیے دُنیا کیا قبر میں بھی بہترین ہم نشین ثابت ہوتا ہے اور اندھیری قبر کی کوٹھڑی میں روشنی کا مینار بن جاتا ہے؛ جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ (قصیدہ لامیہ یعنی **حرزُ الأماني ووجه التهاني المعروف به شاطبیہ** میں) فرماتے ہیں:

وَحَيْثُ الْفَتٰى يَرْتَاعُ فِيْ ظُلُمَاتِهٖ　　مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلاً

’’اور جب قبر کی تاریکیوں میں (قرآن سے تعلق رکھنے والا) نوجوان بے چین ہوگا، تو یہ قرآن مسرور و شاداب اور روشنی کا مینار بن کر اسے ملے گا‘‘۔

اور صرف ملاقات نہیں کرے گا؛ بلکہ زندگی میں اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے کو مبارک باد دے گا اور قبر کو آرام گاہ اور (جنت کا) باغ بنانے کا سبب بنے گا، جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

هُنَالِكَ يَهْنِيهِ مَقِيلاً وَرَوْضَةً وَمِنْ أَجْلِهِ فِي ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلاَ

’’قرآن مجید قاری (اپنے پڑھنے والے) کو مبارک باد دے گا؛ کیونکہ قبر آرام گاہ اور باغ بن جائے گی اور یہ قاریٔ قرآن اسی کی وجہ سے عزت کی بلندیوں پر دیکھا جائے گا‘‘۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کے ثمرات کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میں بقولِ علامہ شاطبیؒ اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کرتا ہوں کہ اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے مالک و خالق و رازق!

وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُوْنُ كِتَابُهٗ شَفِيْعًالَهُمْ اِذْمَانَسُوْهُ فَيَمْحَلاً

’’ہمیں ان لوگوں میں ہونے کی توفیق دے کہ جن کے لیے اس کی کتاب سفارشی ہوگی ؛ کیونکہ انہوں نے اس کو بھلایا نہ ہوگا کہ وہ شکایت کرے‘‘۔

☆……☆……☆

حدیث..............................(۱۰)

قرآن مجید اللہ کی رسی ہے

قرآن مجید حبل اللہ (یعنی اللہ کی رسی) ہے، جو کائنات کی رشد وہدایت کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین میں بھیجی ہے؛ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُوْدُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ.** (أخرجه أحمد في مسنده:۱۴/۳، وابن أبي شيبة في مصنفه: ۷/ ۱۷۶، رقم: ۵، وصححه الألباني في صحيح الجامع: ۴۴۷۳، والسلسلة الصحيحة : ۲۰۲۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اللہ کی رسی ہے، جو آسمان سے زمین کی طرف ممدود (پھیلی اور لٹکی ہوئی) ہے۔

تشریح: بات سو فیصد صحیح اور سچی ہے؛ جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰهِ فِيْنَا كِتَابُهٗ   فَجَاهِدْ بِهٖ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلًا

’’اور حمد وصلوۃ کے بعد، پس قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہمارے درمیان ہے؛ لہٰذا شکاری بن کر دشمنوں کے مکروفریب کا اس قرآن ہی کے ذریعے مقابلہ کرو‘‘۔

اور حضرت جبیر بن مطعم اپنے والد ماجد حضرت مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَبْشِرُوْا، فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِأَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَهْلِكُوْا وَلَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ أَبَدًا. (أخرجه ابن حبان في صحيحه: ۱/ ۳۲۹، رقم: ۱۲۲،

والطبراني في الكبير: ٢/ ١٢٦، رقم: ١٥٣٩)

”خوش ہو جاؤ! اس قرآن کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے، پس اس کو مضبوطی سے تھام لو، بے شک اس کے بعد نہ تم ہلاک ہو گے اور نہ ہی گمراہ ہو گے“۔

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ۔ (أخرجه الحاكم في المستدرك: ١/ ١٧٢، رقم: ٣١٨، والبيهقي في الكبرى: ٢٠١٢٣)

”اے لوگو! میں تمہارے درمیان وہ (دو) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے (پکڑے) رہو گے، تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے: (۱) کتاب اللہ (اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید)۔ (۲) اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت“۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس قرآن مجید اور حبل اللہ کو جب تک مسلمانوں نے پکڑے رکھا، پوری کائنات پر ان کا قبضہ رہا اور جونہی یہ کنارہ چھوٹا زندگی کی لذتیں اور حلاوتیں اپنا پلو (کنارہ) چھڑا گئیں اور اضطرابات، تنزل اور پریشانیوں نے ڈیرے ڈال لیے، ہمارا ایمان ہے کہ اگر آج بھی اس قرآن مجید کو تھام لیا جائے، تو وہی شان و شوکت، رعب و دبدبہ، دولت و ثروت، حکومت و اقتدار مسلمانوں کے قدم چوم سکتے ہیں، اس کی مزید تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی رسی کو تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆……☆……☆

حدیث........................(۱۱)

حاملِ قرآن کا اُخروی اعزاز و اکرام

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَارَبِّ! حَلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجُ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ: يَارَبِّ: زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةُ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ: يَارَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضٰى عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ: اِقْرَأْ وَارْقَ وَتُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً.

(سنن الترمذي، رقم: ٢٩١٥، المستدرك على الصحيحين: ٧٣٨/١، رقم: ٢٠٢٩)

ترجمہ: قیامت کے دن قرآن (والا) آئے گا، قرآن عرض کرے گا، اے پروردگار آراستہ فرما دیجیے؛ چنانچہ اسے کرامت (اعزاز و اکرام) کا تاج پہنا دیا جائے گا، قرآن کریم کہے گا: اے پروردگار اس کا اور اعزاز کیجیے؛ چنانچہ اسے اعزاز و اکرام کی پوشاک پہنا دی جائے گی، پھر کہے گا: اے پروردگار! اس سے راضی ہو جائیے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا کہ تلاوت کرتا جا اور (جنت کے درجاتِ عالیہ پر) چڑھتا جا اور ہر آیت پر اس کی ہر ایک نیکی بڑھا دی جاتی ہے۔

تشریح: سبحان اللہ! کیسا شاندار اعزاز ہے؟ اعزاز و اکرام کا تاج و پوشاک پہنایا جانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی کا حصول و درجات کا بلند سے بلند تر ہونا، نیکیوں میں اضافہ یہ سب قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے ہوگا۔

کیا ہی شان ہے اس قرآن مجید کی، قیامت کی ان ہولناکیوں میں یہ شرف اور مرتبے

دلائے گا، جن میں سب سے بڑا مرتبہ اللہ مالک الملک کی رضا لے کر دے گا اور کیوں نہ لے کر دے، اس لیے کہ قرآن کریم پڑھنے والے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں، جیسا کہ آگے چل کر حدیث نمبر: (۲۲) میں آ رہا ہے۔

قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں:

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

”حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن موتیوں کا تاج پہنایا جائے گا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی، تو جب والدین کو جو وسیلہ بنے ہیں تعلیم قرآن کے، یہ انعام ملے گا تو حافظ کو کیا اجر ملے گا اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

(غور و) فکر کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے اندر؛ بلکہ آخرت کے اندر بھی قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دے وہ خوب سمجھ سکتا ہے“۔

(خطباتِ سلف: ١/٤٥)

☆……☆……☆

حدیث.....................(۱۲)

حافظِ قرآن کے والدین کا زبردست اکرام

حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمیؒ اپنے والد ماجد حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَهُ وَعَمِلَ بِهِ أُلْبِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ ضَوْءُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ، وَيُكْسٰى وَالِدَيْهِ حُلَّتَانِ لَا يَقُوْمُ بِهِمَا الدُّنْيَا فَيَقُوْلَانِ: بِمَا كُسِيْنَا؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ.

(أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين: ١/٧٥٦، رقم: ٢٠٨٦)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم پڑھا، اس کو سیکھا اور اس پر عمل کیا، اس کے والدین کو قیامت کے روز نور کا ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو ایسی پوشاکیں پہنائی جائے گی جو ساری دنیا سے قیمتی ہوں گی، وہ کہیں گے کہ ہمیں یہ پوشاکیں کیوں پہنائی گئیں؟ ان سے کہا جائے گا، اس لیے کہ تمہارے بیٹے نے قرآن کریم یاد کیا تھا (اس کو اپنے سینے میں محفوظ کیا تھا)۔

تشریح: مختلف احادیث میں حافظ و قاری کے والد کے مختلف اعزازات ذکر کئے گئے ہیں اس حدیث میں شاندار پوشاک پہنانے کا ذکر ہے۔

یہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے حافظِ قرآن اور اس کے والدین کا اعزاز و اکرام ہوگا، والدین پر اس لیے انعام ہوگا کہ وہی اس کے وجود کا ذریعہ بنے تھے

اورانہوں نے ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت کر کے اسے قرآن پاک سیکھنے اور حفظ کرنے میں لگایا تھا، اس لیے انہیں ایسے حسین وجمیل اور قیمتی دو جوڑے زیبِ تن کرائے جائیں گے کہ یہ دنیا اور اس کی سب چیزیں بھی ان دو جوڑوں کی قیمت نہیں بن سکتیں، اس دنیا میں ان جوڑوں کی خوبصورتی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؛ کیونکہ اُخروی نعمتوں کی تو شان ہی نرالی ہے ، مجھے اور آپ کو سمجھانے کے لیے آخری درجہ کی محسوس تعبیر یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جس طرح دنیا میں سورج کی روشنی تمام روشنیوں میں اعلیٰ اور آخری معیار رکھتی ہیں اور پھر وہ بھی دور نہیں ؛ بلکہ اگر تمہارے گھروں میں آجائے ، تو اس کی روشنی کا کیا حال ہو، اس سے بھی کہیں زیادہ روشن ومنور وہ تاج ہوں گے جو والدین کے سروں پر حافظِ قرآن، عاملِ قرآن اور قاریٔ قرآن بیٹے کی برکت سے رکھے جائیں گے؛ جیسا کہ اگلی حدیث نمبر: (۱۳) میں آرہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

☆……☆……☆

حدیث……………(۱۳)

قرآن پر عمل کرنے والے بیٹے کی برکت سے والدین کا اعزاز

حضرت سہل جُہنیؒ اپنے والد ماجد حضرت معاذ جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَافِيْهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْكَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا؟!. (سننُ أبي داوٗد، رقم:١٤٥٣، المستدرك على الصحيحين للحاكم:١ / ٧٥٦، رقم:٢٠٨٥)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم کی تلاوت کی، اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا تو قیامت کے روز اس والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک اس سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی جو اگر تمہارے دنیوی گھروں میں موجود ہو، بتاؤ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عمل بھی کرے۔

تشریح: قرآن کریم کی تلاوت سے صرف اس حافظ وقاری ہی کو فائدہ نہیں پہنچتا ؛ بلکہ اس کے والدین بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں، قیامت کے روز انہیں ایسا نہایت چمک دار تاج پہنایا جائے گا، کہ جس کی روشنی اور چمک کے سامنے اس دنیوی سورج کی روشنی بھی ماند پڑ جائے گی۔

ناظرہ قرآن شریف پڑھ لینا بھی بڑی سعادت ہے:

جس طرح قرآن شریف کو حفظ کر لینے کے بڑے فضائل ہیں، اسی طرح ناظرہ قرآن مکمل کر لینا بھی کوئی کم سعادت نہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر، جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

(المعجم للطبراني ، جمع الفوائد)

اس سے اندازہ کر لیجیے کہ جو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی دوسروں کو بھی تعلیم دے ، اس پر خود بھی عمل کرے، اور دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب دلائے، تو اسے کتنا اجر ملے گا، مبارک ہے وہ ہستیاں جو حافظ قرآن ہیں، خود بھی حفظ کیجیے، اپنے بچوں کو بھی حافظ قرآن بنائے؛ تا کہ ان کی بھی دنیا و آخرت بنے اور آپ کو بھی یہ اعزاز و اکرام نصیب ہو۔

مذکورہ تینوں قسم (۱۱،۱۲،۱۳) کی احادیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوا کہ حافظِ قرآن اور اس کے والدین، تینوں کے تینوں کو عزت و کرامت اور نور کا تاج پہنایا جائے گا اور عزت و کرامت کے جوڑے بھی زیبِ تن کرائے جائیں گے، جن کے مقابلہ میں پوری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ہیچ نظر آئے گا۔

قیامت کے دن حافظِ قرآن اور اس کے والدین کے اس اعزاز و اکرام کو مربی زمانہ القاری المقری علامہ شاطبی علیہ الرحمہ "حرزُ الأماني ووجه التهاني المعروف به

شاطبیہ“ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

هَنِيْئًا مَّرِيْئًا وَّ الِدَاكَ عَلَيْهِمَا
مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلٰى
فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهٖ
أُولٰئِكَ أَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَةِ الْمَلَا

”خوش خبری ہو تمہارے والدین کو، اُن پر چمک دار لباس ہوں گے، وہ تاج اور زیورات پہنے ہوئے ہوں گے۔ تو آپ لوگوں کا اس بچہ کے بارے میں کیا خیال ہے (جس کے باعث والدین کا یہ اعزاز واکرام ہو رہا ہے)؟ جب اُسے بدلہ دیا جائے، یہی اللہ والے اور پسندیدہ لوگ ہیں“۔

☆……☆……☆

حدیث.........................(١٤)

قرآن کریم کے ساتھ تجوید وترتیل کی اہمیت وضرورت

قاریٔ قرآن جہاں قیامت کے بھیانک دن میں فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا، وہاں اس کو ایسے امتیاز واعزاز اور شرف وفضل سے نوازا جائے گا جو کہ نوعیت وکیفیت کے اعتبار سے نمایاں، منفرد اور انوکھا ہوگا؛ جیسا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا. (سنن الترمذي، رقم: ٢٩١٤، سنن أبي داوٗد، رقم: ١٤٦٤، صحيح ابن حبان: ٤٣/٣، باب: ٧٦٦)

ترجمہ: قرآن کریم (پڑھنے) والے (حافظ صاحب) سے کہا جائے گا کہ قرآن مجید پڑھتا جا اور (جنت کے درجاتِ عالیہ) پر چڑھتا جا، اور اسی طرح تجوید وترتیل سے پڑھنا، جس طرح دنیا میں تو تجوید سے پڑھتا تھا، اس لیے کہ تیرا ٹھکانہ اس آخری آیت پر ہوگا، جسے تو پڑھے گا۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ:

’’قاریٔ قرآن جب جنت میں داخل ہوگا، تو اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور (جنت کی) سیڑھیوں پر چڑھ، وہ قرآن مجید پڑھتا جائے گا اور (جنت کی) سیڑھیاں چڑھتا جائے گا (ہر آیت کے بدلے ایک درجہ (منزل) چڑھے گا) حتیٰ کہ آخری آیت جو اس نے یاد کی

ہوگی اس کو پڑھے گا"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الأدب: ٢/١٢٤٢، رقم: ٣٧٨٠، فیض القدیر: ٣/٤٧٦)

تشریح: شارح الحدیث علامہ خطابی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی جتنی آیتیں ہیں، جنت کے اتنے ہی درجات ہیں۔ (فیض المعین علی جمع الأربعین: ٧)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ جنت کے درجات کی تعداد قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے برابر ہے۔ (الحامع الصغیر)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

حدیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں، پس قراء آیات کی بقدر ترقی کریں گے۔ (مرقاة المفاتیح)

علامہ ابوعمرو عثمان الدانی علیہ الرحمہ سے اہلِ فن کا اس پر اتفاق نقل کیا گیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار (٦٠٠٠) ہیں، لیکن اس کے بعد کی مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کیے ہیں: ۲۰۴، ۱۴، ۱۹، ۲۵، ۳٦۔ (فضائل القرآن: ٢٦)

لہٰذا جو پورا قرآن کریم پڑھے گا وہ جنت کے درجات عالیہ کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا جو کم پڑھے گا، اسے کم درجات ملیں گے، اس لیے خوب اچھی طرح سے یاد کیجیے اور کثرت سے تلاوت کیجیے؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ درجات کے مستحق بنیں۔

"صاحبُ القرآن" سے بظاہر حافظ مراد ہے، اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لیے ہے، ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں، اور وہ پڑھنے والا بھی مراد نہیں کہ جس کو قرآن لعنت کرتا ہے۔ (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا یہ اشارہ ’’وہ پڑھنے والا مراد نہیں کہ جس کو قرآن لعنت کرتا ہے‘‘ اس حدیث کی طرف ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے، اس لیے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہوسکتا، خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

قاریٔ قرآن کا ٹھکانہ و مقام جنت میں اس جگہ ہونا جہاں وہ آخری آیت تلاوت کرے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ قاریٔ قرآن کو جس قدر قرآن پاک کی آیات حفظ تھیں، نیز اس نے ان آیتوں پر عمل بھی کیا تھا، تو وہ ان کے بقدر جنت کے درجات پر چڑھتا جائے گا۔

اور ترتیل سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں جلدی مت کرنا، جیسا کہ تم دنیا میں حروف کی عمدہ ادائیگی اور وقوف کی رعایت کرکے ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اسی طرح پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجات پر چڑھتے جاؤ۔

فائدہ: (۱) قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت خاص اس حافظ و قاری کے لیے ہے کہ جو کما حقہٗ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اس طرح کہ اس کے معانی میں غور و فکر کرے اور اس کے احکام پر عمل درآمد کرے۔ اور آخرت میں تلاوت کی مقدار عمل کی مقدار کے برابر ہوگی کہ حافظِ قرآن نے جس آیت پر عمل کیا ہوگا، صرف اسی کی تلاوت کر سکے گا، دوسری آیتوں کی تلاوت کی اس کو طاقت ہی نہ ہوگی، تو اس لحاظ سے سب سے اونچا اور اکمل مقام امام الانبیاء جناب نبی کریم ﷺ کا ہوگا، آپ کے بعد درجہ بدرجہ آپ کے اُمتیوں کو بقدرِ مراتبِ دین و عمل یہ شرف حاصل ہوگا۔ (فیض القدیر: ۴/ ۳۰۸)

فائدہ: (۲) حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حفاظِ قرآن کے ساتھ مخصوص ہے، ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں؛ کیونکہ ناظرہ پڑھنے میں تو سب ہی شریک ہیں؛ البتہ حفظِ قرآن ایسی چیز ہے کہ اس میں لوگوں کے درجات مختلف ہیں، کسی کو تھوڑی مقدار حفظ ہے تو کسی کو زیادہ، تو مقدارِ حفظ کے لحاظ سے جنت میں بھی لوگوں کے درجات کا فرق ہوگا۔ (مثلاً جس کو سو (۱۰۰) آیتیں حفظ ہیں، اس کا مقام جنت میں سویں درجہ تک اونچا ہوگا اور جس کو مکمل قرآن کریم حفظ ہے اس کا مقام جنت کے آخری درجہ پر ہوگا) اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ حفظِ قرآن، اُمت پر فرض کفایہ ہے، اور فریضہ صرف ناظرہ تلاوت سے ادا نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حدیث میں حفظِ قرآن ہی مقصود ہے۔ (نهاية القول المفيد: ٢٤٧)

فائدہ: (۳) علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قاریٔ قرآن جنت میں قرآن کریم کی تلاوت کرے گا اور اس کے ذریعے لذت حاصل کرے گا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قاریٔ قرآن، معانیٔ قرآن اور قسم قسم کے ان معارف سے بھی محظوظ ولطف اندوز ہوگا، جو اس وقت اور مقام کے مناسبِ حال اللہ تعالیٰ اس پر منکشف فرمائیں گے اور ان معانی ومعارف کی کوئی حد وانتہاء نہ ہوگی۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ٤/ ٣٠٨)

فائدہ: (٤) شارحِ مشکوۃ المصابیح علامہ طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہلِ جنت کی یہ تلاوت ایسی ہوگی جیسے فرشتوں کے لیے تسبیح، تو اس تلاوت کی وجہ سے اہلِ جنت کی توجہ دوسری لذتوں اور نعمتوں سے ہرگز ہٹنے نہ پائے گی؛ بلکہ غور کیا جائے، تو یہی تلاوت اعظم

لذت ہوگی اور دیگر لذات اس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہوں گی۔

(الکاشف عن حقائق السنن: ٤/ ٢٤٢)

فائدہ: (٥) علامہ مناوی علیہ الرحمہ نے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ جنت میں قرآن کریم کی تلاوت، قرآن ہی کی خصوصیت ہے؛ کیونکہ قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب کا جنت میں پڑھے جانے کا ذکر کسی روایت میں نہیں ملتا۔

(فیض القدیر: ٤/ ٣٠٨)

بہر حال ان مذکورہ دونوں حدیثوں سے قاریٔ قرآن کا جو انفرادی اور بے مثال و بے نظیر اعزاز ظاہر ہوتا ہے اس کے حصول کو وہی شخص ممکن بنا سکتا ہے، جس کو قرآن کریم سے بے پناہ محبت ہو اور وہ قرآن کریم کی محبت کو تمام کائنات کی محبتوں پر مقدم کرتا ہو، تو یہ دیکھیں یہ قاریٔ قرآن جس کو دنیا دار حقیر خیال کرتے ہیں قیامت کے روز کہ جس دن ساری خلقت نفسی نفسی کر رہی ہوگی اس دن اس کو سب سے پہلے تو قرآن مجید کی سفارش پر جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر جنت کے داخلے کے بعد اس کو حکم ہوگا کہ اے قاریٔ قرآن اب تو قرآن مجید کی تلاوت کرتا جا اور جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور وہ پڑھتا جائے گا اور (جنت کے درجات کی) سیڑھیاں چڑھتا جائے گا، حتیٰ کہ آخری آیت تلاوت کرے گا اور وہاں اس کا مقام ہوگا۔

فقیہ و محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا، تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا، ورنہ بھول جائے گا۔ (فضائل القرآن: ٢٧)

حضرت اقدس شیخ الحدیث کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرایا تھا، مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حُفَّاظ کی جماعت میں شمار ہوگا، حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدیؔ سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(فضائل قرآن: ۲۷۷)

اے کاش! مسلمان اس اعزاز کو سمجھ لیں تو کبھی قرآن مجید سے دور نہ ہوں اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کی آیات کی گنتی میں اگرچہ اختلاف ہے؛ لیکن سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے قول کے مطابق ۶۶۶۶ / آیتیں ہیں، تو گویا اتنی سیڑھیاں قاری چڑھے گا؛ لیکن آج ہم نے اس اعزاز کو بھلا دیا اور اپنے اسلاف و اکابر (حضراتِ صحابہ و تابعین) کی زندگیوں کو بھلا دیا (جنہوں نے قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ سے جس طرح سنا من و عن اسی طرح ہم تک پہنچایا) تو شاعر بول اُٹھا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا نے زمین پر آسمان سے ہم کو دے مارا
اے اشرف المخلوقات تجھے کیا ہو گیا ہے
تو تو آدم تھا آدم خور ہو گیا ہے

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

چومی ہے فرشتوں نے ادب سے میری دہلیز
عالم کی خلافت کی قباء مؤمن کے لیے ہے

قرآن مجید کو تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنا انتہائی ضروری ہے:

مذکورہ حدیث پاک میں یہ جملے بھی آئے ہیں:

وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا.

جن میں ترتیل (تجوید) کا ذکر ہے، مناسب وصائب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ترتیل وتجوید کی اہمیت پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے، اس لیے کہ اُمت کے تقریباً نوے (۹۰) فیصد قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے حضرات اس مؤکد اور واجبی امر سے بے بہرہ ہیں، بہت سے حضرات تو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے؛ بلکہ بہت سے تو اس کو فضول مشغلہ سمجھتے ہیں جبکہ قرآن کریم کی تلاوت متحقق ہی تب ہوگی کہ جب اس کو تجوید وترتیل کے اہتمام کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرف بھی توجہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یاد رکھیے! قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو ترتیل (تجوید) کے ساتھ خوب عمدہ ادائیگی اور حسنِ صوت کے ساتھ پڑھا جائے۔

ترتیل کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو اس کیفیت کے ساتھ پڑھنا جس طرح اللہ جل شانہٗ نے پڑھ کر رُوحُ الامین حضرت جبریل علیہ السلام کو سنایا اور پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم

دیا۔ تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً**. (الفرقان:۳۲)

''اور ہم نے اس (قرآن مجید) کو ٹھہر ٹھہر کر ہی (ترتیل کے ساتھ) پڑھ کر سنایا ہے''....اور اسی طرح اُترا ہے؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس کی تلاوت کی، جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے سعادت ہے (رَشک، خیر، بہتری عمدگی) اس اُمت کے لیے جس پر یہ (قرآن) نازل ہوگا اور سعادت مند ہیں وہ پیٹ (سینے) جو اس (قرآن) کو اُٹھائیں گے (حفظ کریں گے، یاد کریں گے) اور سعادت مند ہیں وہ زبانیں جو اس کو پڑھیں گی''۔ (سنن الدارمي:۳٤۱٥)

تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنایا اور نازل بھی ترتیل کے ساتھ کیا اور حکم دیا اپنے نبی ﷺ کو کہ وہ بھی اسی ترتیل کے ساتھ اسے پڑھیں، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً. (المزمل:٤) ''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (ترتیل کے ساتھ) پڑھا کرو''۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر:٤/٥٥٩)

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ ہی پڑھتے تھے ، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَأَنْ أَقْرَأَ سُوْرَةً لَأُرَتِّلَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ.

(التبيان في آداب حملة القرآن: ٧٠، فتح الباری: ٩/١١٢)

''میں ایک سورت کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں اس بات سے کہ اس کے بدلے پورے قرآن کو بغیر ترتیل کے پڑھوں''۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی قرآن کریم کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ (فتح الباري: ٩/١١٥)

اور فرماتے تھے:

''قرآن مجید کو رَیت کی طرح مت بکھیرو اور نہ ہی بالوں کی طرح جلدی کاٹو (یا یہ کہ اشعار کی طرح اس کو پڑھو)''۔ (تفسیر ابن کثیر: ٤/٥٥٩)

اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ:

''قرآن مجید کو کھجور کی گٹھلی کی طرح نہ پھینکو یعنی چبا چبا کر نہ پڑھو''۔

(تفسیر ابن کثیر: ٤/٥٥٩)

یعنی اتنا تیز نہ پڑھو کہ معانی کا خیال ہی نہ رہے اور نہ ہی اتنا آہستہ کہ حروف کی ساخت ہی بدل جائے اور وہ شعر لگیں یا جس طرح کھجور کھا کر گٹھلی پھینکنے میں دیر لگتی ہے اس طرح پڑھو؛ بلکہ جس طرح نبی کریم ﷺ پڑھتے تھے اس طرح پڑھو، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ.

(سنن الترمذي: ٢٩٢٧، ارواء الغليل: ٣٤٣، صحيح الجامع: ٥٠٠٠)

''نبی کریم ﷺ اپنی قراءت کو ایک ایک آیت کرکے پڑھتے تھے، الحمد للہ رب

العلمین پڑھتے اور ٹھہر جاتے، پھر الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے"۔

اور اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہی جناب رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی صفت بیان کی تو فرمایا: حَرْفًا حَرْفًا.

(سنن النسائي: ١٠٢١، ١٦٢٨، سنن الترمذي: ٢٩٢٧، سنن أبي داوٗد: ١٤٦٣)

"ہر ہر حرف الگ ہوتا"۔ یعنی بڑی ہی تنسیق وترتیب (جس کو ترتیل کہا جاتا ہے) کے ساتھ پڑھتے۔

قیامت کے دن اسی ترتیل کے بارے میں اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے اے قاریٔ قرآن! جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور پڑھتا جا:

وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا. (مسند أحمد: ٢/١٩٢، سنن الترمذي، رقم: ٢٩١٤، سنن أبي داوٗد، رقم: ١٤٦٤، صحيح ابن حبان: ٣/٤٣، باب: ٧٦٦)

"اور ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا"۔

چنانچہ اسی ترتیل کی تفسیر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں کی:

اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ. (النشر في القراءات العشر: ١/٢٠٩، شرح طيبة النشر: ٣٥، لطائف الاشارات: ١/٢٢٠، شرح الجزرية: لابن يالوشة: ١٩۔٢٠، نهاية قول المفيد: ٧، منار الهدیٰ في الوقف والابتداء: ٥، شرح الجزرية لملا علي: ٢٩، عمدة البيان: ٢١)

"ترتیل کا معنی ہے حروف کی تجوید (حروف کو شناخت کے ساتھ ان کے مخارج و صفات کے ساتھ ادا کرنا) اور وقوف (اوقافِ قرآنیہ) کی معرفت حاصل کرنا"۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی (جوکہ خود ترتیل کے ساتھ

پڑھا کرتے تھے) لوگوں کو یہی حکم دیا:

جَوِّدُوا الْقُرْآنَ زَيِّنُوْهُ بِأَحْسَنِ الْأَصْوَاتِ. (النشر: ۱/۲۱۰ والحيز للقرطبي: ۸۸)

”قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو اور اس کو اچھی آوازوں کے ساتھ مزین کرو“۔

گویا کہ یہ ان کا قول ترتیل کی تفسیر ہی ہے اور پھر فعلاً اس کو اپنے شاگردوں کو بھی پڑھایا، جیسا کہ موسیٰ بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھایا کرتے تھے، تو ایک آدمی نے پڑھا ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ اور بغیر مد کے ﴿لِلْفُقَرَآءِ﴾ کو پڑھا، تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس طرح نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھایا تھا، تو اس آدمی نے عرض کیا کہ پھر کیسے پڑھایا تھا؟ تو فرمانے لگے: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ (کو پڑھ کر سنایا) اور ﴿لِلْفُقَرَآءِ﴾ میں مد کیا“۔ (الدر المشور: ۳/۲۵۰، والنشر: ۱/۳۱۵)

تو انہیں دلائل و براہین کو سامنے رکھ کر (نبی کریم ﷺ اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جو قرآن مجید ترتیل سے پڑھا جاتا تھا) علماء نے ایک علم کی بنیاد رکھی، جس کا نام ”علم تجوید“ رکھا جو کہ مذکورہ بالا قولِ علیؓ و ابن مسعودؓ سے مستنبط کیا گیا؛ کیونکہ صحابی کی تفسیر حجت ہے حتیٰ کہ علامہ محمد نصر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”نهاية قول المفيد“ میں علماء کا تجوید کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں:

فَقَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ الْمَعْصُوْمَةُ مِنَ الْخَطَأِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّجْوِيْدِ مِنْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِلٰى زَمَانِنَا وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَهٰذَا مِنْ أَقْوَى الْحُجَجِ.

(نهاية قول المفيد: ۱۵، عمدة البيان: ۲۲)

''اُمتِ مسلمہ کا تجوید کے وجوب پر اجماع ہے، نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا اور یہ تمام دلائل سے قوی ترجحت ہے''۔

یعنی تجوید (جوکہ ترتیل ہے) کے وجوب پر۔

اور محقق علامہ ابن الجزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لَاشَکَّ أَنَّ الْاُمَّۃَ کَمَاھُمْ مُتَعَبَّدُوْنَ بِفَھْمِ مَعَانِی الْقُرْآنِ وَاِقَامَۃِ حُدُوْدِہٖ مُتَعَبَّدُوْنَ بِتَصْحِیْحِ أَلْفَاظِہٖ وَاِقَامَۃِ حُرُوْفِہٖ عَلَی الصِّفَۃِ الْمُتَلَقَّاۃِ مِنْ أَئِمَّۃِ الْقِرَاءَ ۃِ الْمُتَّصِلَۃِ بِالْحَضْرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ الْاَفْصَحِیَّۃِ الْعَرَبِیَّۃِ الَّتِیْ لَاتَجُوْزُ مُخَالَفَتُھَا وَالْعَدُوْلُ عَنْھَا اِلٰی غَیْرِھَا. (النشر في القراء ات العشر: ١/٢١٠)

''اس بات میں شک نہیں کہ اُمت کو قرآن مجید کے فہم اور اس کی حدود کو قائم کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح وہ اس بات پر بھی اجر حاصل کرتی ہے کہ وہ الفاظ کو صحیح کریں (کیونکہ الفاظ کی صحت سے ہی مفاہیم ومعانی ومدعا صحیح متعین ہوسکتا ہے) اور حروفِ قرآن کو اس صفت کے مطابق پڑھیں، جو نبی کریم ﷺ سے فصیح عربی زبان میں حاصل کی گئی''۔

علامہ ابن الجزری علیہ الرحمہ مزید اپنی کتاب ''المقدمۃ الجزریۃ'' میں فرماتے ہیں:

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ
مَنْ لَمْ یُجَوِّدِ الْقُرْآنَ آثِمْ
لِأَنَّـہٗ بِـہِ الْإِلٰـہُ أَنْـزَلَا
وَھٰـکَـذَا مِنْـہُ اِلَیْـنَا وَصَلَا

''اور تجوید کا حاصل کرنا ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ خطا کار

ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور اسی طرح (تجوید کے ساتھ ہی) اس (اللہ تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا ہے"۔

گنہگار اس لیے ہوتا ہے کہ جب وہ ترتیل کے ساتھ نہیں پڑھے گا، تو حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے اور جب حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے، تو پھر ان کا معنیٰ بھی غلط ہوگا، جس کو اصطلاحِ تجوید میں لحن جلی بھی کہتے ہیں۔

تو میرے محترم! قرآن مجید کو ترتیل (تجوید) کے ساتھ پڑھنا انتہائی ضروری ہے ؛ لیکن اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ قواعد اور اصطلاحات دو سال میں یاد کرے؛ بلکہ یہ قواعد اصل مقصود نہیں، اصل مقصود تو کیفیتِ اداء ہے، یعنی جس کیفیت پر قرآن مجید نازل ہوا، اور وہ ترتیل کی کیفیت ہے جو کہ بغیر استاذ کے ممکن نہیں، اس لیے کہ جو شخص استاذ سے نہیں پڑھتا؛ بلکہ خود ہی قرآن (یا کوئی اور علم) پڑھتا ہے، وہ صحیح نہیں پڑھ سکتا، جیسا کہ علامہ الحسینیؒ "**القول السديد في بيان أحكام التجويد**" میں فرماتے ہیں:

مَنْ يَأْخُذُ الْعِلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُشَافَهَةً
يَكُنْ عَنِ الزَّيْغِ وَالتَّصْحِيْفِ فِيْ حَرَمِ
وَمَنْ يَكُنْ آخِذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ
فَعِلْمُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ

"جو شخص کسی شیخ سے تلقی کے ساتھ (منہ در منہ، آمنے سامنے) علم حاصل کرتا ہے اس کا علم ٹیڑھ پن اور تحریف سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص صحائف (کتابوں) سے علم حاصل کرتا ہے اس کا علم اہل علم کے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے"۔ (القول السديد في بيان أحكام التجويد: ٥٠)

اس لیے سعادت مند وہ ہے جو قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہے، جیسا کہ ابن الجزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فَلْيَحْرِصِ السَّعِيدُ فِي تَحْصِيلِهٖ
وَلَايَمَلُّ قَطُّ مِنْ تَرْتِيلِهٖ

”سعادت مند اس کی تحصیل میں حرص کرتا ہے اور اس کی ترتیل سے کبھی بھی اُکتاہٹ محسوس نہیں کرتا“۔

اور یہی بار بار پڑھنا ہی (مشق کرنا، تدریب کرنا) قاری اور غیر قاری کا فرق ہے ، جیسا کہ ابن الجزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهٖ
اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِءٍ بِفَكِّهٖ

”قاری اور غیر قاری کے درمیان فرق صرف منہ کی ریاضت (مشق و محنت) کا ہے“۔

لیکن افسوس ہے کہ خود تو تجوید و ترتیل ہم حاصل کرتے نہیں ؛ بلکہ جنہوں نے حاصل کی ہے یا کر رہے ہوتے ہیں، ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ **فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى.**

جبکہ علامہ موسیٰ نصر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْقُرْآنَ وَصَلَنَا مُتَوَاتِرًا بَلَغَتْنَا وَصِفَةُ تِلَاوَتِهٖ أَيْضًا مُتَوَاتِرَةً اِذْهُمَا أَيُّ اللَّفْظِ وَصِفَةُ التِّلَاوَةِ مُتَلَازِمَانِ تُلَازِمُ ذَاتَ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ صِفَتَهٗ.

(نهاية قول المفيد: ١٤)

”قرآن مجید اپنی لغت (عربی) کے ساتھ ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے اور اس کی

صفت تلاوت (ترتیل بنام تجوید) بھی متواتر ہے گویا کہ لفظ اور اس کی صفت دونوں لازم وملزوم ہیں، جس طرح ایک چیز کے ساتھ اس کی صفت لازم ہوتی ہے"۔

چنانچہ ان مختصر دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی اگر اس نعمتِ جلیلہ کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اسے اپنے ماتھے کا جھومر نہ بنایا جائے اور پھر بھی ترتیل (تجوید) کا انکار کریں تو پھر شاعر کا قول سنائے دیتا ہوں:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ
اِذَااحْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰى دَلِيْلٍ

"اس ذہن کی صحت کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے، جو دن چڑھے ہوئے کی دلیل مانگے"۔
وہ ذہن صحیح نہیں، اس کے علاج کی ضرورت ہے۔ اور وہ علاج قرآن وسنت کی طرف رجوع اور یوم آخرت کا ڈر اور قرآن مجید اور اس کے اُتارنے والے کی عظمت کا احساس ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ربِّ کریم! ہم سب کو قرآن مجید اس طرح پڑھنے کی توفیق عطا فرما کہ جس طرح ہمارے پیارے نبی ﷺ نے پڑھا تھا، اور ہم قرآنی اعزازات کو تمغوں کی طرح سینے پر سجائیں اور تیری رضا حاصل کریں اور جنت الفردوس کے وارث بنیں۔ آمین.
ان شاء اللہ تجوید و ترتیل کی مزید اہمیت و ضرورت ہم آئندہ چل کر حدیث نمبر: (۲۷) کے ذیل میں بھی بیان کریں گے۔

☆……☆……☆

حدیث............(۱۵)

صاحبِ قرآن قابلِ رشک شخصیت

اللہ رب العزت والجلال نے انسان کی تکریم کرتے ہوئے لاکھوں، کروڑوں اور اَربوں نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا. (ابراهيم:٣٤)

''اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو، تو نہیں کر سکتے''۔

ان تمام نعمتوں میں سے عظیم نعمت ''قرآن مجید'' ہے، کہ جس پر انسان رشک کرسکتا ہے کہ یاالٰہی! یہ نعمت مجھے بھی عطا فرمادے؛ چنانچہ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ. (صحيح البخاري، رقم: ٤٦٣٧، صحيح المسلم، رقم: ١٣٥٠-١٣٥١ وهذا لفظه في الرواية الثانية، سنن الترمذي: رقم: ١٩٣٧، سنن ابن ماجه: رقم: ٤٢٠٩)

ترجمہ: حسد (یعنی غبطہ اور رَشک) درست نہیں ہے، سوائے دو آدمیوں کے، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب (قرآن کریم) دی ہو، وہ دن اور رات میں اسے پڑھتا ہو اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ دن رات اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ (خرچ) کرتا رہتا ہو۔

دو حضرات لائقِ غبطہ (قابلِ رشک) ہیں:

اسی طرح کی ایک اور روایت سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَيَتْلُوْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ: لَيْتَنِي اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَااُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَايَعْمَلُ. وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًافَهُوَيُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِي اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَايَعْمَلُ. (صحيح البخاري، رقم: ٥٠٢٦، فيض المعين: ١٥)

ترجمہ: حسد (غبطہ، رشک) درست نہیں ہے، مگر دو آدمیوں پر، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سکھایا ہو وہ اسے رات دن پڑھتا ہو اسے اس کا پڑوسی سن کر کہے: کاش مجھے بھی اس کی طرح یہ نعمت مل جاتی اور میں بھی اس پر اس کی طرح عمل کرتا، اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے حلال جگہوں پر خرچ کرتا ہو اور کوئی شخص کہے کہ کاش! مجھے بھی فلاں کی طرح مال ملتا، تو میں بھی اس کی طرح خوب مال خرچ کیا کرتا۔

تشریح: خیر کے کاموں میں دل کھول کر حصہ لینا چاہیے، ایسا شخص قابل غبطہ ہے، اس طرح قرآن کریم کی خوب تلاوت کیجیے؛ تاکہ نیکیاں بڑھیں۔

ان احادیث مبارکہ میں حسد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو یہاں غبطہ کے معنی میں ہے، حسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نعمت اس شخص کے پاس سے ضائع ہو جائے، اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، یہ ممنوع اور مذموم ہے، اس حدیث میں حسد سے اگر یہ حسد مراد ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض حسد جائز ہوتا، تو ان دو آدمیوں پر جائز ہوتا؛ لیکن

ان پر جائز نہیں، تو پھر اور کسی پر حسد کرنا بھی جائز نہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں حسد سے غبطہ (یعنی رَشک) مراد ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اس شخص کے پاس بھی رہے اور اِسے بھی مل جائے، غبطہ پسندیدہ ہے، نیکیوں میں غبطہ (رَشک) کرنا چاہیے۔

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمیں رَشک ہوتا ہے تو کس پر؟ دنیا کا فانی مال ومتاع دیکھ کر کہ کاش میرے پاس لمبی لمبی، خوبصورت اور بیش قیمت گاڑیاں ہوں، میرے پاس بینک بیلنس ہوں، میرے پاس کوٹھیاں اور کارخانے ہوں اور میں بھی اس مال کی بدولت عزت والا بنوں اور دنیا میں میری شہرت کا ڈنکا بجے اور لوگ مجھے رُک رُک کر سلام کریں؛ لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ دنیا کی ہوس اور لالچ ونشہ نے ہمیں جب قرآن مجید پر رَشک کرنے سے دور کیا، تو ذلت ورسوائیوں نے ڈیرے ڈال لیے اور غیر مسلم قوموں نے اپنے ظلم اور زیادتی کے دروازے ہم پر کھول دیے اور بالکل بے قیمت لوگ ہماری اسلامی حکومتوں پر براجمان ہوئے، جس کے نتیجہ میں خوف وبداَمنی، قتل وغارت، لوٹ کھسوٹ، سود ورشوت خوری اور خویش پروری کا دور چلا اور ہم تنزل اور پستیوں کے گہرے سمندر میں دھکیل دیے گئے، اے کاش! ہم نے رَشک کیا ہوتا قرآن مجید والے پر، تو کائنات ہماری غلام بن جاتی، ہمیں جنگل کے شیر بھی سلام کرتے، آج ہم مسلمان رَشک کرتے ہیں تو کسی ہیرو اور کھلاڑی کے کھیل تماشے پر، آج اگر ہم رشک کرتے ہیں تو انگریز، ہندو اور یہودی لابی کے رسم ورواج پر، غیر مسلم اَقوام کی عادات اور اطوار پر، حتیٰ کہ شاعر کا دل تلملا اُٹھتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے:

شور ہے ہو گئے دنیا میں مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ ہیں بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

کاش اس نے رشک کیا ہوتا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت وشرافت اور عظیم قربانیوں پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت وعزیمت اور غیرتِ ایمانی پر۔ کاش اس نے رَشک کیا ہوتا سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حیاء اور محبتِ قرآنی پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوانمردی اور بہادری پر تو آج پوری دنیا اس کی غلام ہوتی؛ لیکن اس نے اپنے آئیڈیل بدلے تو خود اغیار کا غلام بن گیا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی توفیق دے اور اپنے اوصاف ومیزات کو برقرار رکھنے اور قرآن وسنت پر رشک کرنے کی توفیق دے اور دین کا فہم وبصیرت دے؛ تاکہ اسلام کی سرفرازی اور حقانیت ان کے دلوں میں رچی بسی رہے اور وہ دشمنِ اسلام کے مقابلہ کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہیں۔ آمین

جو طلب میں نے کیا تو نے عنایت سے دیا
تیرے قربان، میرے ناز اُٹھانے والے

☆……☆……☆

حدیث............(۱۶)

قرآن مجید کی تلاوت سننا بھی باعثِ اجر وثواب ہے

جس طرح قرآن مجید کی تلاوت کا اَجر وثواب ہے، اسی طرح اس کی تلاوت کو سننا بھی باعثِ اَجر وثواب ہے؛ چنانچہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مسند الامام أحمد:۳٤۱/۲،رقم:۸۲۸۹،مجمع الزوائد:۱٦۲/۷،فيض القدير:۵۹/٦،تخريج الاحياء:۸٤٤،شعب الايمان:۵٤٦/٤،أمالي الشجري:۷٦/۱،تحبير السمعاني:۱۱/۲، الفتح الرباني لترتيب مسند الامام أحمد ومعه كتاب بلوغ الأماني:۲٤،رقم:۹۷)

ترجمہ: جو قرآن مجید کی ایک آیت سنتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اضافہ کی ہوئی نیکی لکھ دیتے ہیں، اور جو اس کی تلاوت کرتا ہے، تو یہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگی۔

تشریح: یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگر چہ متکلم فیہ ہے، مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے، حتیٰ کہ بعض حضرات نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔

متعدد روایات میں آتا ہے کہ خود امام الانبیاء ﷺ صاحب القرآن والوحی ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے تلاوت سنتے اور اس پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت پر تو خود نازل ہوا ہی ہے، آپ کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سورۂ نساء سنائی، تو حضرت اقدس ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (رواه البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب: البكاء عند قراءة القرآن: ١٦٢٧/٣، ح: ٥٠٥٥، وغيره، ومسلم: كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب: فضل استماع القرآن: ٥٥١/١، ح: ٨٠٠)

ایک مرتبہ سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضرت اقدس پیارے نبی ﷺ دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے، اور ان کی خوبصورت تلاوت پر یہ مبارک کلمات ارشاد فرمائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَ هٰذَا.

(رواه ابن ماجه: ٤٢٥/١، ح: ١٣٣٨، صحيح سنن ابن ماجه: ٢٢٣/١، ح: ١١٠٠)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن سنا، تو ان الفاظ میں تعریف فرمائی:

لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِیْرِ آلِ دَاوُدَ. (أخرجه البخاري: ٥٠٤٨، ومسلم: ٧٩٣، المستدرك على الصحيحين: ٢٨٢/٤، الشرح الكبير: ١٤/١٣، البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير: ٦٤٠/٩)

کسی اور سے قرآن کریم سننے کی حکمت اور فوائد:

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا کہ جس طرح قرآن کریم پڑھنا اہم اور افضلِ عبادات ہے، اسی طرح کسی اور سے سننا بھی بڑی سعادت اور نیک بختی کی بات ہے، منجملہ اس کے

اور بھی متعدد فوائد اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

چنانچہ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قال ابن بطال: يحتمل ان يكون أحب ان يسمعه من غيره ليكون عرض القرآن سنة، ويحتمل ان يكون لكي يتدبره ويتفهمه، وذلك ان المستمع اقوى على التدبر ونفسه اخلى وانشط لذلك من القارئ؛ لانشغاله بالقراءة وأحكامها. (فتح الباري شرح صحيح البخاري:١١٧/٩)

شارح صحیح البخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اقدس ﷺ کا یہ فرمان کہ ”میں اپنے علاوہ سے سننا پسند کرتا ہوں“ ہوسکتا ہے کہ اس عمل سے معارضہ (دور کرنا، ایک دوسرے کا سننا، سنانا) کو سنت قرار دینا منظور ہو، تا کہ آگے چل کر اُمت بھی اس سنت پر عمل کرتی رہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ تدبر وتفکر (غور وفکر) مقصود ہو، اس لیے کہ خود پڑھنے کے مقابلہ میں کسی سے سننا یہ تدبر وتفہم میں زیادہ معین اور سہل ہوتا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پڑھنے والے کو تو چونکہ الفاظ بھی پڑھنے ہوتے ہیں، لہجہ بھی بنانا ہوتا ہے، اور پھر حروف کی تصحیح وتجوید اور ترتیل بھی پیش نظر رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یادداشت پر بھی خصوصی دھیان رکھنا پڑتا ہے، وغیرہ جس کی وجہ سے عام طور پر اس کو تدبر وتفہم کا موقع کم ہاتھ آتا ہے، اور اس طرح کا اشتغال سننے والے کو نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کے لیے قرأتِ قرآن اور احکامِ قرآن میں غور وفکر آسان ہوتا ہے۔

اس کے چند فوائد علامہ نووی علیہ الرحمہ نے بھی ذکر فرمائے ہیں:

(۱) اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سننا مستحب ہے۔ (۲) اور اسی طرح اس کو خوب

کان لگا کر توجہ سے سننا۔ (۳) اس کی تلاوت کے وقت رونا۔ (۴) اور اس کی آیات میں غور وفکر کرنا۔ (۵) کسی سے قرآن سنانے کی فرمائش کرنا۔ (یہ سب باتیں مستحبات میں سے ہیں) (٦) مزید برآں یہ طریقہ قرآن کریم کی آیات میں غور وفکر کرنے کے لیے انتہائی مؤثر اور بلیغ بھی ہے۔ (۷) اور اس میں اہلِ علم وفضل کے ساتھ تواضع بھی ہے (اور یہ عمل خود تواضع کا سبق بھی دیتا ہے) اگرچہ سنانے والا (سامنے والا) اپنے سے چھوٹا اور شاگرد ہی کیوں نہ ہو (یعنی اس عمل میں ان کی حوصلہ افزائی بھی ہے)۔

(صحيح مسلم بشرح النووي: ٦/ ٣٢٩)

افسوس صد افسوس! آج کا مسلمان اپنی روحانی غذا تلاوت سننے کے بجائے گانوں اور گندے ڈراموں سے حاصل کرتا ہے، کاش مسلمانوں نے کبھی اسلام کا معنی ذہن میں بٹھایا ہوتا، تو کبھی قرآن کریم کی تلاوت کو چھوڑ کر کسی سنگر اور غیرت سے دور ہونے والی کی موسیقی اور قوالی اور ڈرامے نہ سنتے، کبھی تم نے سوچا کہ میں جہاں فحش محافل میں شرکت کرتا ہوں (ان میں آنا جانا کرتا ہوں) کبھی دینی محافل اور قرآنی مجالس میں بھی بیٹھ جاؤں؟ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جھولی بھر لوں، جیسا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جو قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اور مدارست ودَور کریں، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکونت نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور (اپنے پروں سے) ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ ان کا تذکرہ اپنے مقرب فرشتوں (جو اللہ

تعالیٰ کے پاس ہیں) کے پاس کرتے ہیں اور جس نے عمل کرنے میں سستی کی، اس کا نسب نامہ اس کو فائدہ نہیں دے گا''۔

تو اس حدیث میں دینی مجلس اور قرآنی محفل کی کیا ہی شان بیان ہوئی ہے کہ جب دین پر اکٹھے ہوں، قرآن کی تلاوت کریں اور آپس میں اس کی مدارست (سننا، سنانا یعنی دَور) کریں، تو چار عظیم انعام ملتے ہیں:

(۱) ان پر سکون نازل ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے یعنی ان کی زندگی بھی سکون والی ہو جاتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لے اس سے بڑھ کر سعادت مندی کیا ہے؟.

(۳) فرشتے ان کے پروٹوکول اور حفاظت و آرام کے لیے آتے ہیں اور ان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں۔

(۴) اور اللہ جل شانہٗ اپنے پاس فرشتوں کے سامنے ان سعادت مندوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

کیا ہی عظمت و رفعت اور شان و شوکت ہے ان لوگوں کی جو یہ انعامات جھولیاں بھر کر لاتے ہیں، حتیٰ کہ ایک حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، تو آسمان سے منادی نداء کرتا ہے:

قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ . (مسند الامام أحمد:١٤٢/٣، المعجم الأوسط : ٤٣٤، الترغيب والترهيب: ٢٣٣/٢، مجمع الزوائد: ٧٧/١٠، صحيح الجامع :٥٦٠٩)

’’کھڑے ہوجاؤتم سب معاف کردیے گئے ہو‘‘۔

اورایک روایت میں آتا ہے:

قُوْمُوْا قَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَبُدِّلَتْ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ.

(المعجم الكبير للطبراني، رقم: ۵۹۰۱)

’’کھڑے ہوجاؤ تمہارے گناہوں کواللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے اور تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیے گئے ہیں‘‘۔

الٰہی ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم ایسی مجالس قائم کریں اور ایسی مجالس میں شرکت کریں ؛ تاکہ دونوں جہانوں میں سرخرو ہوسکیں۔ آمین

☆……☆……☆

حدیث……………………(۱۷)

تین قسم کے لوگ انتہائی خوش نصیب ہیں

سیدنا حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلاثَةٌ لايَهُولُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ، وَلايَنَالُهُمُ الْحِسَابُ، هُمْ عَلٰى كَثِيبٍ مِنْ مِسْكٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلائِقِ: رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَأَمَّ بِهٖ قَوْمًا، وَهُمْ رَاضُوْنَ. وَدَاعٍ يَّدْعُوْ اِلَى الصَّلاَةِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. وَعَبْدٌ أَحْسَنَ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ رَبِّهٖ، وَفِيْمَابَيْنَهُ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ . (المعجم الأوسط للطبراني: ۱۱۳/۹، رقم: ۹۲۸۰، وهذا لفظه، المعجم الصغير، رقم: ۱۱۱۲)

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ جنہیں شدید گھبرانے والا خوف بھی ہولناک نہیں کرے گا اور نہ ان کا حساب کتاب ہوگا وہ اس وقت تک مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے جب تک مخلوق حساب کتاب سے فارغ نہ ہوجائے، ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قرآن حکیم کی تلاوت کرے اور اس کے ذریعہ کسی قوم کی اس حالت میں امامت کرے کہ وہ اس سے خوش ہوں اور وہ مؤذن جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اذان دیتا ہو، اور ایک وہ غلام جو اپنے پروردگار کے ساتھ صحیح معاملہ رکھے اور اپنے اور اپنے آقا کے درمیان بھی اچھا معاملہ رکھے۔

تشریح: علامہ طبرانی علیہ الرحمہ کی "المعجم الکبیر" میں اس حدیث پاک کے

بعد یہ الفاظ بھی ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس حدیث کو اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ دو مرتبہ یہاں تک کہ سات مرتبہ تک شمار کیا نہ سنا ہوتا، تو میں اسے ہرگز نہ بیان کرتا، جامع صغیر میں معجم کبیر کے یہ الفاظ ہیں، قیامت کے روز تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے انہیں نہ خوف وڈر خوفزدہ کرے گا نہ وہ دہشت زدہ ہوں گے، اس وقت تک وہاں رہیں گے، جب تک لوگ فارغ نہ ہوجائیں: ایک وہ شخص جو قرآن کریم پڑھے، سیکھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اسے پڑھے، اور ایک وہ شخص جو دن رات میں پانچ نمازوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی وثواب حاصل کرنے کے لیے اذان دے اور ایک وہ غلام جو دنیا کی غلامی کی وجہ سے اپنے پروردگار کی اطاعت سے غافل نہ رہے۔

افسوس! آج اُمتِ مسلمہ میں بد اعمالیاں، بدعنوانیاں اور بے اعتدالیاں جس تیزی کے ساتھ کثرت سے پھیل رہی ہیں، وہ بیان سے باہر ہے، ان ہی میں سے ایک انتہائی دُکھ بھری بات ''ائمہ، علماء اور مؤذنین کرام'' کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں بھی ہیں، جس کا نظارہ ہر جگہ بالخصوص ہمارے شہر یا صوبہ کی مساجد میں تو خوب ہی ہوتا ہے، امام ومؤذن کو انتہائی حقیر وذلیل طبقہ کے افراد سمجھا جاتا ہے، امام تو برائے نام اصلاً اس کو غلام سمجھا جاتا ہے، ان کی شان میں گستاخیاں سعادتِ دارین سمجھی جاتی ہے، معمولی معمولی باتوں پر روز بہ روز ان کی اہانت وتذلیل کارِ خیر سمجھا جاتا ہے۔ **العیاذ باللہ.**

خبردار! یہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، اس کی دین اور شریعت کے محافظ ہیں، ایسے گئے گذرے دور میں بھی معمولی مشاہرہ پر ہماری ہر طرح کی دینی راہنمائی کے لیے ہر وقت

کمر بستہ رہتے ہیں، کمی وکوتاہی تو انسان کی فطرت ہے، غلطیاں تو انسانوں ہی سے ہوتی ہیں، اگر کوئی کمی، عیب یا خلافِ شریعت عادت ان میں نظر آئے تو درگذر اور چشم پوشی سے سے کام لیں، اگر ان میں کوئی ایک کمی ہے، تو ہم بھی ماشاء اللہ کوتاہیوں سے بری نہیں ہیں ، ہر آدمی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ سکتا ہے، بالخصوص مسجد اور مدرسہ کے ذمہ داران اور متولی حضرات کو چاہیے کہ اس مبارک طبقہ کی خدمت کو اپنا فرضِ منصبی سمجھے، ان کا ادب واحترام اور خیال اپنی سعادت سمجھیں۔ یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کے بارے میں امام الانبیاء ﷺ نے توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً

قیامت کے دن علماء سفارشی ہوں گے:

ایک موضوع حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن تین طرح کے لوگ سفارش کریں گے۔ انبیاء پھر علماء اور پھر شہید۔ (سنن ابن ماجه:٤٣١٣، جامع بيان العلم وفضله:٧١٥٢)

علماء نور کے منبروں پر ہوں گے:

نیز ایک حدیث پاک میں مروی ہے کہ علماء کرام قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (الموضوعات:١٤٤)

علم اور علماء سے محبت کیجیے:

قاضی حسین بن محمد رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام الانبیاء جناب نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم اور علماء سے محبت کرے گا، ساری زندگی اس کے نامۂ اعمال میں گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ (العلل المتناهية:١٤٣)

عالم دین کا اکرام نبیوں اور شہیدوں کے اکرام جیسا ہے:

علامہ کنانی علیہ الرحمہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے عالم کا اکرام کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے ستر نبیوں اور ستر شہیدوں کا اکرام کیا۔ (العلل المتناهية:١٤٣)

عالم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت:

علامہ سعد اللہ ابن جماعہ الکنانی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھے وہ ایسا ہے جیسے اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی، اور جس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی وہ بخش دیا جائے گا۔ (نصب الرايه:٢٦/٢)

علماء کی تعظیم، اللہ اور رسول اللہ کی تعظیم جیسی ہے:

امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن شارمساحی مالکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "**نظم الدرفی اختصار المدونة**" کے آغاز میں یہ نقل کی ہے کہ نبیٔ اکرم نے ارشاد فرمایا:

جس نے عالم کی تعظیم کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور جس نے عالم کی اہانت کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کم درجہ خیال کیا۔

(حلية الأولياء:٣٥٧/٣، العلل المتناهية:٨٤٨)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر عمل میں اخلاص اور تقوی وللّٰہیت عطا فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

☆……☆……☆

حدیث.......................(۱۸)

قرآن کریم کو حفظ کر لینے کی برکت

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کی ایک جماعت کو (کہیں، کسی جگہ) بھیجنا چاہا:

فَاسْتَقْرَأَهُمْ فَاسْتَقْرَأَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَتَى عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَحْدَثِهِمْ سِنًّا فَقَالَ: مَامَعَكَ يَافُلَانُ؟ قَالَ: مَعِي كَذَاوَكَذَا وَسُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، قَالَ: أَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ؟ فقال: نعم. قَالَ: فَاذْهَبْ فَأَنْتَ أَمِيْرُهُمْ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إمَامَنَعَنِي أَنْ أَتَعَلَّمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اِلَّاخَشْيَةَ أَلَّاأَقُوْمَ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَأَقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَهُ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا يَفُوْحُ رِيْحُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ وُكِئَ عَلَى مِسْكٍ. (سنن الترمذي، رقم: ۲۸۷٦، واللفظ له، سنن ابن ماجه، رقم: ۲۱۷، صحيح ابن حبان: ٥/٤٩٩، رقم: ۲۱۲٦)

ترجمہ: پس ان سے قرآن کریم کے بارے میں دریافت فرمایا؛ چنانچہ ان میں سے ہر شخص نے جتنا قرآن کریم یاد تھا بتا دیا ان میں سے ایک نوعمر کی باری آئی، آپ نے ارشاد فرمایا فلانے تمہیں کتنا کتنا قرآن شریف یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا مجھے فلاں فلاں سورت اور سورۂ بقرہ یاد ہے، آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہیں سورۂ بقرہ یاد ہے؟ انہوں نے

عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: جاؤ تم ان کے امیر ہو، ان ہی میں سے ایک معزز صاحب نے عرض کیا: بخدا! مجھے سورۂ بقرہ یاد کرنے سے صرف اس چیز نے روکا کہ میں اس کا حق ادا نہیں کر سکوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم سیکھو، اسے پڑھو اس لیے کہ اس قرآن کریم سیکھنے والے کی، جو اسے سیکھے پڑھے اور اس پر عمل کرے اس تھیلے کی سی مثال ہے، جو مشک سے بھرا ہوا ہو، ہر جگہ اس کی خوشبو مہک رہی ہو، اور اس شخص کی مثال جو اسے سیکھے اور سو جائے قرآن اس کے پیٹ میں ہو اس تھیلے کی سی جس میں مشک ہو اور اسے اوپر سے باندھ دیا گیا ہو۔

تشریح: قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے اور اس پر عمل کرنے والا صرف خود ہی اس سے مستفید نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، وہ اس سے سن کر محظوظ ہوتے ہیں اور ثواب بھی حاصل کرتے ہیں اور رحمتِ خداوندی کے مستحق بھی بنتے ہیں، جیسے مشک کے تھیلے کا منہ کھلا ہوا ہو، خوشبو ہر جانب پھیل رہی ہو، لیکن جو قرآن کریم پڑھ کر غفلت برتے پڑھے پڑھائے نہیں وہ اس کی برکتوں اور ثواب سے محروم ہے نہ خود فائدہ اٹھا رہا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے تھیلے کا منہ بند ہے کسی کو خوشبو بھی نہیں پہنچتی۔

دیکھئے قرآن کریم کی برکت، اور اس کو یاد کر لینے کا مقام و مرتبہ کہ ایک نوعمر صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے سورۃ البقرہ یاد ہونے کی بنا پر امیر لشکر بنا دیا۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسالت مآب ﷺ کے دورِ میمون میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور یاد کرنے کرانے کا کیسا مبارک ذوق و شوق تھا۔

آج ہم اپنی اولادوں کو خواہ مخواہ لادین بنا رہے ہیں، محض غیروں کی تعلیم وتہذیب دلا کر اس پر فخر ومباہاۃ اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں، جبکہ یہی ہماری ذلت وپستی کا سبب ہے کہ اپنی تعلیم وتہذیب سے منہ موڑ کر اپنے دشمنوں کی کٹ پتلی بنے ہوئے ہیں، یاد رکھیے یہ دنیوی تعلیم وہنر وقتی ضرورتیں ہیں، رہا دین اور دینی تعلیم وتربیت کا حصول ولزوم تو یہ ہمارے مقاصد اور بعثتِ تخلیق کے منشور میں داخل ہے۔

احقر کی اس تحریر سے ہرگز کوئی یہ مفسدہ مستنبط کرنے کی فکر نہ کرے کہ دنیوی تعلیم وہنر مندی کو ناجائز اور حرام کہا جا رہا ہے، مجھ جیسا حقیر وفقیر اور بے بضاعت تو کیا کوئی نحریر عالم بھی ایسا نہیں کہہ سکتا، ہاں وہ تعلیم کہ جس کو پڑھ کر ایک مسلمان شخص اپنے مبارک دین اور اس کی نورانی تعلیمات سے ہاتھ دھو بیٹھے، ضلالت وگمراہی کا علمبردار ہو جائے اور اسلام کی طرف سے شکوک وشبہات اور بےزاری کا ملمع بن جائے، مسلمان ہو کر اپنے ہی مذہب پر اعتراضات اور اس سے غیر مطمئن ہو جائے، جس تعلیم کا سارا زور ہمارے بچوں کو لامذہب ودہریہ اور بے دین وبے حیا بنانے پر ہے، ایسی تعلیم اور مخلوط نظامِ تعلیم پر لعنت ہی نہیں؛ بلکہ ہزار ہا لعنت، ایسی تعلیم کے حصول کی اسلام میں کہاں گنجائش ہو سکتی ہے، تعلیم وہ ہے کہ جو انسان کو ایک مہذب ومکرم انسان بنائے، نا یہ کہ اس کو جانور بنائے۔

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی
ورنہ یوں قتل میں بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

اور پھر اگر دنیوی ضرورت کی تعلیم حاصل ہی کرنی ہے، تو اس کو ضرورت کی حد تک رکھا جائے، مقصد نہ بنایا جائے اور مقصد پر غالب نہ ہونے دیا جائے۔ ایسے ہی دلخراش

مواقع پر احقر کو یہ اشعار یاد آجایا کرتے ہیں:

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں گھومو
جائز ہے غباروں پر اُڑو چرخ میں جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

شوق سے دنیوی تعلیم حاصل کرو؛ لیکن پہلے مسلمان تو رہو، اپنے بچوں کو پہلے مسلمان تو رہنے دو، ان کو اسلامی تعلیم سے تو آراستہ و پیراستہ کرو، اس کے بعد جو چاہو بناؤ، ہمیں مسلمانوں میں اچھے ڈاکٹروں، انجینئروں، سائنسدانوں اور اَفسروں کی بھی ضرورت ہے؛ لیکن یہ سب حضرات پہلے مسلمان ہوں، بعد میں سب کچھ۔

وہ بھی کوئی غیور مسلمانوں کی عزت ورفعت کا زمانہ تھا، کہ مدینہ منورہ کے چھوٹے چھوٹے بچے قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ اپنے سینوں میں محفوظ کیے پھرتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عَشَرِ سِنِيْنَ، وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ. (صحيح البخاري)

''جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میری عمر دس سال کی تھی اور میں محکم سورتیں حفظ کر چکا تھا''۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد ابن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ''**تعلیم الصبیان القرآن**'' کے عنوان سے ایک باب منعقد کیا ہے، اس کے

بعد حدیثِ بالا روایت کی ہے، علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد اس سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے، جو بچپن میں قرآن پاک حفظ کرنے کو مناسب (اچھا) نہیں سمجھتے تھے۔ (عمدة القاري على صحيح البخاري)

اور محکم سے مراد مفصل سورتیں ہیں جو راجح قول کے مطابق سورۃ الحجرات سے سورۃ الناس تک ہیں، یہ کل چھیاسٹھ سورتیں ہیں ان سورتوں کو محکم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سب سورتیں قائم بحالہ ہیں، یعنی ان میں سے کوئی بھی سورت منسوخ نہیں، اور ان کو مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ اور سورتوں کے مقابلہ میں ان سورتوں میں بسم اللہ کا فاصلہ بکثرت پایا جاتا ہے۔ (حافظُ القرآن ومقامه:٥٧)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو آسانی کے لیے آخری سورتوں سے تعلیم شروع کرانا بہتر وموزوں ہے۔

بچوں کو بچپن ہی میں قرآن حفظ کرانے کا ایک اہم فائدہ:

بچوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کے بہت سے فوائد ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ ان کے قلوب میں قرآن پاک رچ وبس جاتا ہے، جیسا کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے "**التَّارِيخُ الكَبِيرُ**" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَهُوَ فَتِيُّ السِّنِّ أَخْلَطَهُ اللّٰهُ بِلَحْمِهٖ وَدَمِهٖ. الخ. (التاريخ الكبير:٩٥/٣، الكامل لابن عدي:٩٥/٦، الابانة الكبرى:٣٦٣/٥، التاريخ لابن عساكر:٣٧٢/٢٥)

''جس نے نوجوانی (کم عمری) میں قرآن سیکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے خون اور

گوشت، پوست میں پیوست کردیتے ہیں''۔

صحیح البخاری ہی کی ایک اور روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں یہ سورتیں دس سال کی عمر میں یاد کرچکا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ ابن بطالؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ موصوفؓ کی عمر کا یہ اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے؛ بلکہ صرف عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے۔

(فتح الباري على صحيح البخاري:٨٤/٩)

اور یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کہ جو بچے قرآن کریم حفظ کرلیتے ہیں، تو آگے تعلیم میں ان کا ذہن اچھا چلتا ہے اور وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ممتاز رہتے ہیں۔

اور مشہور حدیث پاک بھی ہے:

حِفْظُ الْغُلَامِ الصَّغِيْرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ، وَحِفْظُ الرَّجُلِ بَعْدَ مَا كَبُرَ كَالْكِتَابَةِ عَلَى الْمَاءِ. (الأسرار المرفوعة، رقم:١٧٦، موسوعة الاحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة:١٠٠/١٢)

''چھوٹے بچے کا (بچپن میں) یاد کیا ہوا، پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے، اور عمر رسیدہ شخص کا حفظ کیا ہوا پانی پر لکھے ہوئے کی مانند ہوتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو اس طرف بھی متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی اَولاد واَحفاد کو اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ ور کرنے کی دائمی واَبدی سعادت کے لیے قبول فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ آمِيْنَا

☆......☆......☆

حدیث.................(۱۹)

قرآن کا پڑھنا؛ نبوت کو اپنی سینے میں محفوظ کرلینا ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَايُوْحٰى إِلَيْهِ، لَايَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَجِدَّ مَعَ جِدٍّ(يا أَنْ يَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ)، وَلَايَجْهَلَ مَعَ (مَنْ)جَهِلَ وَفِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى.

(أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين : ١/٧٣٨، رقم: ٢٠٢٨)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم پڑھا، اس نے نبوت کو اپنے سینے میں داخل کر لیا؛ البتہ اتنی بات ہے کہ اس کے پاس وحی نہیں آتی، قرآن کریم پڑھنے پڑھانے والے کو کسی جھگڑالو کے ساتھ جھگڑا نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی جاہل کے ساتھ جہالت سے پیش آنا چاہیے، جب کہ اس کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

تشریح: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیا گیا تھا اسے یاد کرنے والا اپنے اندر وحی الٰہی و نبوت کو جذب کرنے والا ہے، تعلیماتِ ربانیہ اس کے سینے میں موجود ہیں؛ البتہ وہ نبی نہیں بن سکتا، اس لیے کہ نبوت ختم ہوگئی ہے، اس لیے وحی تو اب آنہیں سکتی، لیکن چونکہ یہ حق جل مجدہٗ کا پاک کلام ہے، اس لیے علومِ نبوت ہونے میں کیا تامل ہے اور جب کوئی شخص علومِ نبوت سے نوازا جائے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب

بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے۔

قرآن کریم جیسا مبارک کلام جس کے سینے میں ہو، اسے کسی سے لڑنا، جھگڑنا اور گالم گلوچ نہیں کرنا چاہیے، اسے نبیِ کریم ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ پیدا کرنے چاہیے، اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کرنی چاہیے، سلف صالحین اور بزرگانِ دین کے طریقے کو اپنانا چاہیے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے، اس کے لیے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جائے، یا غافلین میں شریک ہو جائے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جائے۔

(فضائل القرآن: ٦١)

قرآن والا سینہ نبیِ اکرم ﷺ کے سینہ کے مشابہ ہے:

واصل باللہ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری علیہ الرحمہ فرماتے تھے:

”سمجھتے بھی ہو؟ جس سینہ میں قرآن شریف بھرا ہو، وہ کس سینہ کے مشابہ ہے؟ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے سینہ کے مشابہ ہے۔

پس جسے حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو اسے چاہیے کہ تمام دنیا سے مستغنی ہو جائے، پس اگر وہ پانچ دس روپیہ کی آمدنی والوں کا محتاج بنا رہے، تو یہ قرآن کی ناقدردانی ہے، پس جو کوئی اس نعمت کو حاصل کرے اس کو فقر وفاقہ پر قناعت کرنی چاہیے، اس کو طالبِ دنیا نہ بننا چاہیے؛ بلکہ اس کی یہ شان ہو کہ اس نعمت کو لے کر دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو جائے“۔ (خطباتِ سلف: ١/٤٥-٤٦)

جن کے رتبے ہیں سوا ان کی مشکل ہے سوا:

حضرت اقدس رائے پوریؒ نے مزید فرمایا:

”جتنی نعمت (ذمہ داری) کسی کو دی جاتی ہے، اتنا ہی بوجھ اُٹھانا ہوتا ہے، سپاہی پر بار ہوگا سپاہیت کا، وزیر پر بار ہوگا وزارت کا، تو جب (حافظ کو) سینہ رسول اکرم ﷺ کے سینہ کے مشابہ ملا ہے، تو خدمت (اور ذمہ داری) بھی اتنا ہی کرنی پڑے گی اور خدمت (ذمہ داری) یہ ہے کہ جو نعمت (قرآن مجید) تم کو ملی ہے وہ دوسروں تک پہنچاؤ، اور اس کی اشاعت کرو“۔ (خطباتِ سلف: ۱/۴۶)

اس زمانہ میں اشاعتِ قرآن کی بہت سخت ضرورت ہے:

آج جب کہ چاروں طرف سے ضلالت وارتداد کی یلغاریں ہیں، ہر طرف سے قرآن اور متعلقینِ قرآن کے خلاف سازشیں رچی جا رہی ہیں، آئے دن قرآن کریم کی ثقاہت کو مجروح کرنے کی ناکام کوششیں کی جا رہی ہیں، ایسے دورِ پر خطر میں شدید ضرورت ہے کہ قرآن کے پیغام کو عام کیا جائے، اس کے الفاظ ومعانی کی ترویج واشاعت کی عظیم خدمت میں حصہ لے کر دارین کی سعادتوں سے جھولیاں بھری جائیں، یاد رکھئے! انسانیت کی دنیوی واُخروی عزت مادّیات میں نہیں ہے؛ بلکہ اہل بصیرت کا ارشاد اور مشاہدہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر وفاقہ پر قناعت کرو، اور اللہ کے واسطے اس عظیم نعمت (قرآن کریم) کی اشاعت کرو کہ کسی طرح اللہ کا یہ پیغام صحیح طریقہ سے لوگوں کو پہنچ جائے۔

آج دنیا اور اہل دنیا اس کے مخالف ہیں، یہاں تک اثر ہے کہ دنیا کے مقتداؤں کا یہ حال وخیال ہے کہ کیا قرآن پڑھا کر مسجد کا مُلاَّ بنانا ہے، گویا ان لوگوں کی نظر میں امام الانبیاء ﷺ کی جانشینی اور مصلے کی خدمت کوئی ادنیٰ چیز ہے۔ العیاذ باللہ.

☆......☆......☆

حدیث..........................(۲۰)

بارگاہِ الٰہی میں روزہ اور قرآن کریم کی سفارش

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِیْهِ، وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَیُشَفَّعَانِ. (مسند أحمد: ۱۷٦/۲، رقم: ٦٥٨٩، الترغيب والترهيب: ٥٠/۲، رقم: ١٤٥٥، مجمع الزوائد: ٤١٩/۳، رقم: ٥٠٨١، المستدرك على الصحيحين: ٧٤٠/١، رقم: ۲٠۳٦، واللفظ له، مشكوة المصابيح: ۱۷۳ نقلاً شعب الايمان للبيهقي)

ترجمہ: روزہ اور قرآن کریم بندے کے لیے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اسے دن میں کھانے، پینے اور شہوات سے روکے رکھا؛ لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمالیجیے، اور قرآن کریم کہے گا: میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا؛ لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمالیجیے؛ چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

تشریح: روزہ اور قرآن انسان کے لیے سفارش کریں گے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے اور ان کی سفارش قبول فرمائے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے، اس حدیث پاک کے مضمون کی خاصی تفصیل ہم سابق میں حدیث نمبر (۹) کے ذیل میں کرآئے

ہیں، باقی چند اہم باتیں یہاں بھی پیش ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوان مرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیاسا رکھا۔

حضرت سعید بن سُلیم رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلامِ پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی نہ فرشتہ اور ان کے علاوہ۔ (شرح الاحیاء)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے "**اللآلی المصنوعة**" میں "**مسند البزار**" کی (ایک متکلم فیہ) روایت سے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے، جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علاحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں، مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے، میں کسی حال میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کرا دوں، اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملائے اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے، جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مُشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرمائے اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر مشتمل ہے، جس کو تطویل کے

خوف سے مختصر کردیا ہے۔ (فضائل قرآن:۲۱۱)

اول الذکر حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضا یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے، خود قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ اور حضراتِ صحابہ کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گذر جاتی تھی۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ (وتر کی) ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ (قيام الليل للمروزي:٦٢)

اسی طرح عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ (قيام الليل للمروزي:١٥٧)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے دو رکعت میں کعبہ شریف کے اندر تمام قرآن مجید پڑھا۔

(قيام الليل للمروزي:١٥٧)

ثابت بُنانی اور ابوحُرَّہ رحمہما اللہ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔

(قيام الليل للمروزي:١٥٧)

ابوشیخ ہُنائی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کرلیتا۔ (قيام الليل للمروزي:١٥٧)

صالح بن کیسان رحمہ اللہ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ (قيام الليل للمروزي:١٥٨)

منصور بن زاذان رحمہ اللہ صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے، اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے، اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ (دستار مبارک) کا شملہ تر ہوجاتا تھا۔ (قيام الليل للمروزي:١٥٨)

اسی طرح کے اور بھی اکابرین اُمت ہیں کہ جو پوری پوری رات میں ایک ایک بلکہ دو دو بھی ختم قرآن کیا کرتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''قیام اللیل'' میں تخریج کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام اُمتِ مسلمہ کو قرآن کریم سے ایسی ہی دل لگی اور وابستگی نصیب فرمائے۔ آمین

☆……☆……☆

حدیث.........................(۲۱)

قرآن کریم؛ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین چیز

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكُمْ لَاتَرْجِعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِمَّاخَرَجَ مِنْهُ. يَعْنِي الْقُرْآنَ. ظَهَرَ مِنْهُ. (أخرجه الحاكم في المستدرك على الصحيحين: ١/ ٧٤١، رقم: ٢٠٣٩، وأبوداوٗد في مراسيله، باب البدع: ٩٠٥ عن جبير بن نفيرؓ)

ترجمه: تم اللہ تعالیٰ کے پاس اس چیز سے زیادہ بہتر واپس لے کر نہ لوٹو گے، جو اس سے وجود میں آئی ہے (یعنی قرآن کریم) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔

تشریح: ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کا قرب قرآن کریم جو اس سے وجود میں آئی ہے اس جیسی کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے، نکلنے سے مراد ظہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کی زبان سے ادا کرایا اس کے سینے میں محفوظ فرمایا، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے شرائع واحکام مراد ہیں، یا جو اس قرآن مجید سے نکلے ہیں۔

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے متعلق ان کے بیٹے عبد اللہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا:

رَأَيْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ: يَارَبِّ مَاأَفْضَلَ مَاتَقَرَّبَ الْمُتَقَرِّبِيْنَ بِهِ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ: كَلَامِيْ يَاأَحْمَدُ، فَقُلْتُ: يَارَبِّ بِفَهْمٍ أَوْبِغَيْرِ فَهْمٍ قَالَ: بِفَهْمٍ وَبِغَيْرِ

* * *

فَهْمٍ۔ (مناقب الامام أحمد لابن الجوزي: ۲۳۲، باب: ۹۱، سیر أعلام النبلاء: ۱۱/۳۲۷)

”میں نے اللہ رب العزت والجلال کو خواب میں دیکھا، تو عرض کیا: اے میرے پروردگار! سب سے افضل عمل کونسا ہے کہ جس کے ذریعہ سے آپ کے مقرب بندے آپ کا قرب وتقرب حاصل کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! میرے کلام (قرآن کریم)، میں نے عرض کیا: رب العزت سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر سمجھے بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں طرح“۔

معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے پڑھنا بھی فضول نہیں؛ بلکہ باعثِ اجر وثواب اور خاص تقربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔

بہر حال احادیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کی تلاوت باعثِ تقربِ الٰہی ہے؛ لہٰذا جتنی زیادہ تلاوت کی جائے اتنا ہی بہتر ہے، اور تدبر کے ساتھ معانی سمجھتے ہوئے تلاوت کرنے سے تو بہت ہی زیادہ بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے، خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے، آنکھوں سے آنسو جارے ہوجاتے ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ شانہٗ کو بہت ہی محبوب ہیں۔

کلام اللہ کا طریقۂ تقرب ہونے کی تشریح:

اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام اللہ کا سب سے بہتر طریقۂ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبۂ احسان حق تعالیٰ شانہٗ کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے: (۱) تصور جس کو عرفِ شرع میں تفکر وتدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیاء کے یہاں مراقبہ سے۔ (۲) ذکرِ لسانی

(۴) تلاوتِ کلام اللہ۔ (فضائل القرآن:۴۵)

قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل:

ایک روایت میں آیا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے؛ چنانچہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي الْمُصْحَفِ.** (اخرجہ ابن شاهين في الترغيب: ۲۸۸/۱، وابن عدي: ۱۱۱/۲، أبو نعيم في الحلية: ۲۰۹/۷، نتائج الأفكار: ۲۳۱/۱)

''جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے پس وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے''۔

تو اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے لیے علامت ونشانی قرآن مجید (مصحف) کی تلاوت بیان کی گئی ہے؛ لیکن افسوس ہے مسلمانوں پر کہ صبح اُٹھ کر قوالی، گانے تو سن سکتے ہیں، نہ تلاوت کریں گے اور نہ سنیں گے اور افسوس ہے ان پڑھی لکھی عورتوں پر جن کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن مجید کی تلاوت کرلیں، اخبارِ جہاں اور میگزین جتنے دے دو، رسالے اور ڈائجسٹ جتنے بھی ہوں، اس کے قصے اور خبریں سب ازبر ہوں گی۔

کاش اے مسلمان عورت! تو نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی ہوتی، قرآن مجید کی تلاوت کی ہوتی، تو تیرے بطن سے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، پیدا ہوتے؛ لیکن تو نے اپنی غذا غلیظ رسالوں میں تلاش کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی پھر وہ اولاد دی جو تیرے لیے عبرت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

حدیث............................(۲۲)

حاملینِ قرآن اللہ کے خاص بندے ہیں

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ. قَالُوْا: وَمَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَھْلُ الْقُرْآنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ. (أخرجه النسائي في السنن الكبرى: ۱۷/۵، رقم: ۸۰۳۱، واللفظ له، وابن ماجه، رقم: ۲۱۵، المستدرك على الصحيحين: ۷۴۳/۱، رقم: ۲۰۴۶، الترغيب والترهيب: ۲۳۱/۲، رقم: ۲۲۰۹)

ترجمہ: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں، عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ فرمایا: قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے خواص اور اللہ والے ہیں۔

تشریح: خاص بندے وہ اللہ والے ہیں جو اس کے دین کی خدمت اور قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا مقرب اور خصوصی بندہ بنایا، اس لیے یہ اللہ والے شمار ہوتے ہیں، جیسے اہل مکہ کو اللہ والے کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ اس کے گھر کے پاس رہتے ہیں۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور خاص بننا یہ کوئی معمولی بات نہیں؛ بلکہ کچھ اوصاف

ہیں جن کو انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے تب جا کر وہ خاصیت کی ڈگری حاصل کرتا ہے، جن میں سب سے پہلے اخلاص، تقویٰ، صبر اور نیک کردار ہے، جیسا کہ مربیٔ زمانہ مصلحِ وقت حضرت علامہ ابوالقاسم شاطبی غرناطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أُولُو الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقٰى
حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْآنُ مُفَصَّلاً

''اہل اللہ اور مخلص و باعزت لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جن کی صفات نیک کردار، اخلاص اور صبر و تقویٰ ہو، ان کا یہ زیور قرآن مجید نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے''۔

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان اوصاف کو حاصل کرے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی مہر اس پر ثبت ہو سکے؛ چنانچہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ کی زبان میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ

عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا
وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِأَنْفَاسِهَا الْعُلٰى

''اپنے لیے ان اوصاف کو لازم سمجھ جب تک تو دنیا میں زندہ ہے اور انہیں میں رغبت رکھ اور حقیر نفس کو ان نفیس عالی شان اعمال کے بدلے فروخت کر''۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں، اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں، ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے، اور گذشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری تعالیٰ بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں، اور جو لوگ ہر وقت کے پاس

رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہیں، کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت ومشقت سے اللہ والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہوجاتا ہے۔ دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لیے ممبروں میں صرف شمول کے لیے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے، ذِلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا خواص بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

☆……☆……☆

حدیث......................(۲۳)

قرآن کریم کی برکت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يُرَدُّ اِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا وَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ قَالَ: اِلَّا الَّذِيْنَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ. (أخرجه الحاكم في المستدرك، رقم: ۳۹۵۲)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم پڑھا اسے نہایت ارذلِ عمر (انتہائی درجہ کے بوڑھاپے) کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا، یہی مراد ہے فرمان مبارک ذیل کی۔

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا. (التين: ۵)

ترجمہ: پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے، فرمایا: مگر وہ لوگ جنہوں نے قرآن کریم پڑھا۔

تشریح: قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے اور یاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسا بوڑھا نہیں بناتے کہ آدمی سٹھیا جائے، عقل وخرد کام کرنا چھوڑ دے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کی عقل درست اور ان کی قوت وصحت برقرار رکھتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں اُمت کے وہ حضرات، جو قرآن کریم کو پڑھتے، پڑھاتے اور سیکھتے، سکھاتے ہیں، اسی کی خدمت اور نشر واشاعت ہی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیے ہوئے ہیں کہ آخری عمر میں جب بہت سے لوگ سٹھیا جاتے ہیں، ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں

، ان کی عقل اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اعضاء وجوارح ماؤف ہوجاتے ہیں، ایسی آخری مرحلہ والی زندگی بھی قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے والوں کی ہر طرح کی عافیت وخیریت کے ساتھ گزرتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تکالیف وکمزوریوں اور تغیرات وتبدلات سے انہیں مامون رکھتے ہیں، اور ان کے اعضاء وجوارح اور عقل وخرد کو خستہ ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں، بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے وابستہ فرما رکھا ہے، وہ اس کی تلاوت وقراءت اور سیکھنے، سکھانے میں مشغول ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ مقدس کی برکت سے ان کو ہر طرح کی ظاہری وباطنی، دنیوی وأخروی عافیت سے نوازتے ہیں۔ **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ.**

☆……☆……☆

حدیث......................(٢٤)

اُمتِ محمدیہ کے معزز ترین حضرات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ، وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ. (أخرجه الطبراني، رقم: ١٢٦١٢، والاسماعيلي في معجمه: ٣١٩/١، وابن عدي: ٣٥٨/٣، والسهمي في تاريخ جرجان: ١٧٧ـ ٤٥٠، والبيهقي في الشعب: ٥٥٦/٢، والخطيب في التاريخ: ١٢٤/٤، وابن عساكر: ٣٧٢/٢)

ترجمہ: قرآن کریم کے حاملین (یاد کرنے والے) اور راتوں کو عبادت وقیام کرنے والے میری اُمت کے معزز و شریف ترین لوگ ہیں۔

تشریح: حاملین قرآن سے وہ لوگ مراد ہیں، جو اسے یاد کریں، اس کو پڑھیں، اس پر عمل کریں اور راتوں کو عبادت کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں، جو رات کو تہجد، ذکر، تلاوت اور تسبیحات وغیرہ میں مشغول رہیں۔

مگر افسوس صد افسوس! آج ہم نے شرافت وسعادت کا معیار ہی بدل دیا ہے، جو دنیاوی اعتبار سے ذرا ترقی یافتہ یا جدید تعلیم یافتہ و ڈگری پاس ہوتا ہے، ہم ان کو سعادت مند یا شرافت والا سمجھتے ہیں، جب کہ امام الانبیاء اشرف الخلائق جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے معزز ترین افراد، قابلِ شرافت وکرامت حضرات وہ ہیں کہ جو قرآن کریم کے حافظ، قاری اور عالم وعامل ہیں، اور اس کو دن ورات پڑھتے رہتے ہیں۔

اُمتِ محمدیہ کا شرف وافتخار قرآن کریم ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر چیز کے لیے کوئی شرافت اور افتخار ہوا کرتا ہے، جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے، میری اُمت کی رونق وافتخار قرآن شریف ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

یعنی لوگ اپنے آباواجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ میری اُمت کے لیے ذریعۂ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے، اس کے یاد کرنے سے، اس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے، غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے، آقا کا فرمان ہے، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں؛ لیکن کلام پاک کا شرف وکمال دائمی ہے، کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے، قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کے لیے ان میں کا ہر ایک کافی ہے، چہ جائے کہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں، مثلاً اس کی حسنِ تالیف، حسنِ سیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں، جیسے کہ یہود کا باوجود اِدّعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کرسکنا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اُکتانا، حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو، مجنون بنادینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دِل نہ اُکتائے تو بیس دفعہ سے اُکتا جائے گا، بیس سے نہ سہی چالیس سے اُکتائے گا، بہر حال اُکتائے گا، مگر کلامِ پاک کا رکوع یاد کیجیے، دوسو مرتبہ پڑھیے، چارسو

مرتبہ پڑھیے عمر بھر پڑھتے رہیے، کبھی نہ اُکتائے گا۔ اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہو جائے گا، جتنی کثرت کیجیے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

یہ اُمور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جائے، خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے، پھر جب کہ کسی کلام میں یہ سب کے سب اُمور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے؟ ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے، دنیوی جاہ وجلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال ومتاع سے ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ.

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن اور اصحابِ قرآن سے وابستگی عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

حدیث.........(٢٥)

قرآن کریم کو مال و دولت کمانے کا ذریعہ نہ بنانا

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَاعْمَلُوْا بِہٖ وَلَا تَغْلُوْا فِیْہِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْہُ وَلَا تَأْكُلُوْا بِہٖ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِہٖ. (رواه أحمد: ٤٢٨/٣، رقم: ١٥٢٤١، وأبو يعلى: ٨٨/٣، رقم: ١٥١٨، والطبراني في الأوسط: ٨٦/٣، رقم: ٢٥٧٤، والبيهقي في الشعب: ٥٣٢/٢)

ترجمہ: قرآن کریم پڑھا کرو اور اس پر عمل کیا کرو، اس کی تلاوت سے دور مت رہو، نہ اس میں بہت زیادہ غلو کرو، نہ اس کو روپیہ، پیسہ کمانے کا دھندہ بناؤ اور نہ اسے مال و دولت بڑھانے کا ذریعہ بناؤ۔

تشریح: قرآن کریم پڑھنا چاہیے، ساتھ ہی ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہونا چاہیے، نیز روزانہ اس کی تلاوت سے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے، نہ اس کے پڑھنے، پڑھانے میں اتنا غلو کرے کہ دوسری عبادات میں تقصیر و کوتاہی کرے، قرآن کریم ثواب کمانے اور آخرت بنانے کا ذریعہ ہے، اسے پیٹ پالنے اور دولت بڑھانے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔

دِل اور گھر قرآن کے بغیر ویران ہے:

حدیثِ بالا میں اُمت کو قرآن کریم پڑھنے اور اس پر عمل کی تلقین کی گئی ہے، پھر بھی اگر کوئی قرآن کریم کا کچھ بھی حصہ نہیں پڑھتا، نہیں یاد کرتا تو اس شخص کا دل ویران گھر کی طرح ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشا فرمایا:

جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بہ منزلہ ویران گھر کے ہے۔ (رواه الترمذي، والدارمي، والحاكم)

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ ''خانۂ خالی را دیوی گیرد'' (خالی اور غیر آباد گھر پر دیو اور جنات قبضہ کر لیتے ہیں) اسی طرح جو قلب کلامِ پاک سے خالی ہوتا ہے، شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس گھر میں کلامِ مجید پڑھا جاتا ہے، اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں، اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

(فضائل القرآن: ۳۴)

قرآن کریم کو کمائی کا ذریعہ بنانے کی سزا:

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ. (أخرجه البيهقي في الشعب: ٥٣٢/٢، رقم: ٢٦٢٥، مشكوة: ١٩٣، مصنف ابن أبي شيبه: ٤٧٩/١٠)

”جس نے قرآن کریم پڑھا؛ تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں سے پیسے لے، وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر بالکل گوشت نہ ہوگا“۔

تشریح: قرآن کریم کو کمائی اور سوال کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے ایسا کرنا آخرت کی تباہی اور رسوائی کا ذریعہ ہے، ایسے شخص کے چہرہ کا گوشت ختم ہو جائے گا، صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی، جو بڑی ذلت ورسوائی کی بات ہوگی۔

شاید اسی قسم کی احادیث کی بنا پر حضراتِ متقدمین نے اُجرت علی تعلیم القرآن (یعنی اجرت علی الطاعات) کو بھی ناجائز قرار دیا تھا؛ لیکن بعد کے (متاخرین) فقہاء ومحدثین نے حسب الضرورت اس کی اجازت دی، اور شاید اس طرح کی احادیث پیش نظر ہوگی:

اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ. (صحيح البخارى)

”بیشک سب سے بہترین اجرت وہ ہے کہ جو کتاب اللہ پر لی جائے“۔

اور پھر آگے چل کر مختلف علومِ دینیہ کی درس وتدریس کو بھی اسی ضمن میں شمار کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ حضرات اخلاص کے ساتھ تعلیم دیں اور ہم اس درس وتدریس کی اجرت نہیں دے رہے ہیں؛ بلکہ حبسِ اوقات یعنی اس وقت کی تنخواہ دے رہے ہیں کہ جو آپ حضرات

اس درس وتدریس میں صرف کرتے ہیں، اور یہ رفعِ ضرورت کی ایک صورت ہے، جس کو مجبوراً اور اضطراراً اختیار کیا گیا ہے، خود دورِ خیر القرون (صحابہ وتابعین کے دور) میں بھی معلمین قرآن کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ (شعب الايمان للبيهقي: ٢/٥٣٦)

تفصیلات کے لیے کتبِ فقہ اور اس مضمون سے متعلق رسائل کا مطالعہ کیا جائے۔ **وللناس فيما يعشقون مذاهب.**

”اس کے چہرہ پر بالکل گوشت نہ ہوگا“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرفُ الاشیاء (سب سے اشرف چیز، یعنی قرآن مجید) کو ذلیل چیز (یعنی دنیا اور اس کا مال ومتاع) کمانے کا ذریعہ بنایا، تو اشرفُ الاعضاء یعنی چہرہ کو رونق سے محروم کردیا جائے گا۔

بقیہ قرآن کریم کو ریاکاری اور لوگوں سے کچھ نفع لینے کے نیت سے پڑھنے پر کچھ وعیدیں ہم نے آگے حدیث نمبر (۲۷) کے ذیل میں بھی نقل کی ہیں۔

☆……☆……☆

حدیث..........................(٢٦)

قرآن کے ذریعہ دنیا کمانے والے بعض حاملین قرآن

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک قصہ گو (واعظ ، قاری) کے پاس سے گذرے وہ (قرآن کریم کی) قراءت (تلاوت) کررہا تھا، اس کے بعد اس نے مانگنا شروع کردیا، حضرت عمرانؓ نے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا ، پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَإِنَّهٗ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ. (سنن الترمذي: ١١٩/١، رقم: ٢٩١٧، مشكوة: ١٩٣، مصنف ابن ابی شیبه: ٤٨٠/١٠)

ترجمه: آپ فرمایا کرتے تھے جس نے قرآن کریم پڑھا اسے اس کے ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے، اس لیے کہ عنقریب ایسی قومیں آئیں گی جو قرآن کریم کی تلاوت کرکے اس کے ذریعہ سے لوگوں سے مانگیں گی۔

تشریح: حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی تلاوت کو پیسے مانگنے کا ذریعہ بنانے پر اناللہ پڑھ کر افسوس کا اظہار کیا کہ کتنی بڑی مصیبت پیش آگئی ہے قرآن کریم کو آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنانے کے بجائے چند ٹکے مانگنے کا ذریعہ بنایا جارہا ہے یا اس ناپسندیدہ حالت کو دیکھ کر انہیں دکھ ہوا تھا اس کے اظہار کے لئے اِنّا لِلّٰہِ پڑھی۔ قرآن کریم پڑھنے والے کو سب کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے، خواہ دنیاوی غرض ہو یا اُخروی۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کمائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رُخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہوجائے گا، مگر

چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی انتہا ہے۔

قرآن کریم کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں:

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قرآن والو! (حفاظِ کرام اور قاریان صاحبان) اس قرآن کا بدلہ دنیا میں مت چاہو، اس کا بڑا عظیم بدلہ (آخرت میں) ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱۹۲، شعب الایمان: ۲/ ۳۵۰)

اس حدیث پاک میں حاملین قرآن (حفاظ و قراء وغیرہ) کو ایک خاص تاکیدی نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اس کا بدلہ دنیا میں مت چاہو، اس کو پڑھ کر اس کی تلاوت کر کے اس کا فائدہ اور عوض دنیا میں مت لو کہ آخرت میں اس پر بڑا عظیم انعام ملنے والا ہے، اگر دنیا ہی میں اس کا حقیر بدلہ لے لو گے تو آخرت کے عظیم اور بیش بہا بدلے سے محروم ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن سیکھو! (حافظ یا قاری بنو) اور اس کے ذریعہ جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے کہ (تمہارے بعد) ایک قوم آئے گی جو اس کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرے گی، سو قرآن کو تین قسم کے لوگ سیکھتے ہیں: (۱) وہ آدمی جو اس کے ذریعہ فخر اور غرور کرتا ہے (کہ میں بہترین حافظ ہوں، میں سب سے بہترین قاری ہوں میرے جیسا کوئی نہیں)۔ (۲) وہ آدمی جو اس کو کھانے کا ذریعہ بناتا ہے۔ (۳) وہ آدمی جو اس کو اللہ کے واسطے پڑھتا ہے۔ (شعب الایمان: ۲/ ۵۳٤)

اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ **عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ قرآن پڑھ کر سوال کریں گے (خواہ زبان سے یا دل اور ارادے سے) جب وہ اس (قرآن کے ذریعہ) سے سوال کریں تو ان کو مت دو۔** (رواه البيهقي في الشعب)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم موقع پر بھی عقل سلیم اور فہم مستقیم نصیب فرمائے، اور اس تعلق سے اُمت کے درمیان جو زیادتیاں اور خرافات پھیل رہی ہیں، ان سے بھی معاشرہ کو پاک وصاف فرمائے۔ آمین۔

☆……☆……☆

حدیث......................(٢٧)

قرآن مجید اچھی آواز سے پڑھنا

کسی بھی زبان کو مقامِ عروج بولنے سے جلوہ فگن ہوتا ہے اور حسن سماعت کا ذوق تقریباً ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی اور لبھاتی ہے، اس لیے قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا ضروری ہے اور چونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور وہ مخلوق ربانی کے فطری جذبوں کو یکسر ختم نہیں کرتا؛ بلکہ ان تمام دواعی کو صحیح راستوں پر ڈال دیتا ہے؛ چنانچہ حسن منظر اور حسن سماعت انسان کے قدرتی داعیات میں سے ہے، اسی لیے قرآن مجید کو خوش اسلوبی اور خوش آوازی میں پڑھنے کا باقاعدہ حکم دیا گیا؛ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ. (سنن النسائي:١٠١٤، سنن ابن ماجه:١٣٤٢، صحيح الجامع:٣٥٨٠)

ترجمہ: قرآن کریم کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو۔

اور پھر اس کی توجیہ بھی بیان کی کہ اچھی آواز سے کیوں پڑھنا ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حُسْنُ الصَّوْتِ زِينَةُ الْقُرْآنِ. (صحيح الجامع:٣١٤٤)

”اچھی آواز قرآن مجید کی زینت ہے“۔

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ

حُسْنًا. (صحيح الجامع: ۳۵۸۱)

"قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو؛ کیونکہ اچھی آواز قرآن کریم کے حسن کو اور زیادہ کر دیتی ہے"۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا.** (صحيح الجامع: ۳۵۸۱)

"قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ حسن دو؛ کیونکہ حسین آواز قرآن کریم کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے"۔

قرآن مجید کو حسنِ صوت اور ترتیل سے پڑھنا سننے میں بھی اچھا لگتا ہے:

کتنے واقعات ہیں کہ اگر قرآن کریم کو تجوید وترتیل کے ساتھ صحیح پڑھا گیا تو اس نے سننے والوں پر گہرے اثرات چھوڑے، اور سننے والوں نے یہ تمنائیں ظاہر کیں کہ کاش! اور پڑھتے اور سناتے، کوئی بڑی سی سورت تلاوت کرتے، اسی قسم کا ایک واقعہ دورِ صحابہ میں بھی پیش آیا۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح المقدمۃ میں لکھتے ہیں:

ہمیں سندِ صحیح کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوعثمان نہدی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے سورۂ اخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی تلاوت فرمائی، اور کیسی خوب صورت آواز میں ترتیل وتجوید اور عمدگی کے ساتھ تلاوت فرمائی کہ اللہ کی قسم! میں دل ہی دل میں یہ سوچنے لگا کہ

* * *

کاش! انہوں نے سورۂ بقرہ پڑھی ہوتی۔ (المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ: ۸۹)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذه سنة الله تبارك وتعالى فيمن يقرأ القرآن مجودا مصححا كما أنزل تلتذُّ الأسماع بتلاوته وتخشع القلوب عند قراءته، حتى يكاد ان يسلب العقل عن حالته . (المنح الفکریۃ: ۸۹)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو صحیح طور پر تجوید کے ساتھ پڑھتا ہے، جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے اور یہ ایسے ہی (ترتیل وتجوید کے ساتھ) نازل بھی ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت میں تاثیر پیدا فرمادیتے ہیں کہ سننے میں مزہ آتا ہے اور دلوں کی کیفیت خوفِ خدا سے بھری جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسی لذت محسوس ہوتی ہے کہ دل ودماغ کے فیل ہونے کا اندیشہ ہونے لگتا ہے۔

الٰہی! ہمیں ایسی خوبصورت تلاوت کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے اور سننے کے لیے قبول فرما۔ آمین.

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے آگے مزید کچھ اور اکابر واسلاف کے واقعات ذکر فرمائے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بعض ایسے اساتذہ ومشائخ کو بھی پایا ہے کہ جن کی آواز تو اگرچہ اچھی نہ تھی اور نہ وہ لہجے وغیرہ جانتے تھے، لیکن تلفظ کی ادائیگی اور تصحیح حروف میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، اسی کا کرشمہ تھا کہ وہ اپنی اس سادہ تلاوت ہی سے کانوں میں گویا رس گھول دیتے تھے، سننے والوں کو مجنون بنادیا کرتے تھے، اور دل ان کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے، اور ان کی تلاوت سننے کے لیے خلقِ خدا کی بھیڑ جمع ہوجاتی تھی

، بڑے بڑے مجمع ان کی تلاوت سے محظوظ ہوتے تھے۔ (المنح الفکریۃ: ۹۰)

سچی بات ہے کہ اگر قرآن کریم کو اخلاص کے ساتھ حسنِ صوت اور حسنِ ادائیگی کے ساتھ بلامبالغہ حدودِ تجوید میں رہ کر پڑھا جائے تو فطری طور پر قلبِ سلیم اور عقلِ مستقیم اس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

شرح المقدمۃ میں ہی ایک عجیب واقعہ مذکور ہے کہ امام تقی الدین محمد بن احمد الصائغ مصری علیہ الرحمہ (جو علمِ تجوید کے حاذق و ماہر تھے) نے ایک روز فجر کی نماز میں یہ آیت پڑھی ﴿وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ﴾ اور اس کو دو، تین مرتبہ دہرایا، چنانچہ ایک پرندہ اوپر سے اتر کر حضرت الشیخ کی تلاوت سننے کے لیے ان کے سر پر آ کر بیٹھ گیا، جب نماز مکمل ہوگئی، تو سب لوگوں نے دیکھا، تو وہ ہدہد پرندہ تھا۔ اللہ اکبر!۔ (المنح الفکریۃ: ۹۰)

یہ راز نہیں معلوم کہ مؤمن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ملا علی قاری ہرویؒ ہی نے امام ابو علی بغدادیؒ (صاحب المنہاج، جو سبط الخیاط کے نام سے معروف ہیں) کے بارے میں لکھا کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے تلاوتِ قرآن مجید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، ان کی خوبصورت تلاوت سن کر بہت سے یہود و نصاریٰ نے ان کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ (المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ: ۹۰)

سبحان اللہ! جب اُمت کے بہت بعد کے زمانہ کے حضرات کی تلاوت کا یہ حال ہے، تو خود صاحب القرآن حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے لائق فائق تلامذہ یعنی حضراتِ صحابہ کی تلاوت کا کیا حال ہوگا۔

قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہ پڑھنے والا:

چنانچہ قرآن مجید کو اچھی آوازوں کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، حتیٰ کہ جو قرآن مجید کو اچھی آواز میں نہیں پڑھتا، اس کے بارے میں وعید آئی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ. (صحيح البخاري، ٧٥٢٧، مسند أحمد، ١٤٧٩، سنن أبي داوٗد، ١٤٦٩، سنن ابن حبان: ١/ ٣٢٦، باب: ١٢٠، سنن ابن ماجه: ١٣٣٧، تحفة الأخيار: ٥٧٤١، المستدرك على الصحيحين: ١/٧٥٨، رقم: ٢٠٩١ وغيره)

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہ پڑھے“۔

حدیث شریف میں وارد لفظ لَمْ يَتَغَنَّ ہے، اکثر علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، یا جو شخص قرآن کریم کے ذریعہ دوسری چیزوں سے مستغنی نہ ہو، وہ ہم میں سے نہیں، ہم میں سے نہیں سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ پر نہیں، ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔

قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا نفس پر زیادہ اثر کرتا ہے، سننے والوں پر اثر انداز ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں قواعد و تجوید کی خلاف ورزی نہ ہو تجوید کے خلاف پڑھنا منع ہے۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام علیہ الرحمہ نے مستغنی ہونے سے تفسیر کی ہے یعنی یہ کہ اس قرآن کریم کی وجہ سے دوسری کتب سے مستغنی ہونا، چاہیے یا یہ کہ جس کو قرآن کریم بے نیاز نہ کرے اور وہ اس کے وعد و عید پر یقین نہ رکھے، اس کی تصدیق نہ کرے۔

علامہ ابن الجوزی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”یَتَغَنّٰی“ کے معنی ذکر کرنے میں چار اقوال ذکر کیے

گئے ہیں۔ (۱) تحسین صورت (۲) اس کے ذریعہ مستغنی ہونا (۳) غمگین ہونا (۴) اس کے ذریعہ دوسری چیزوں سے اعراض کرنا، بعض حضرات نے اس کے معنی لذت اور مزہ لینے کے لیے ہیں۔

مشہورِ زمانہ حنفی محدث وفقیہ ملا علی بن سلطان القاری الہروی علیہ الرحمہ نے شارح المصابیح کے حوالے سے حضرت سفیان ابن عیینہؒ سے بھی **من لم یتغن** کے معنی **من لم یستغن** ذکر فرمائے ہیں۔ (المنح الفکریة شرح المقدمة الجزریة: ۸۸)

اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خود قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے نبی کریم ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے سنا، (اُنہوں نے اس کو اتنا حسین پڑھا کہ) میں نے کسی کو بھی اس طرح پڑھتے نہیں سنا"۔ (صحیح البخاري: ۷٦۹، صحیح مسلم: ٤٦٤)

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حسن صوت کے بارے میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتے (سنتے) جس طرح نبی کریم ﷺ کی آواز پر لگاتے ہیں؛ جبکہ وہ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں"۔ (صحیح البخاري: ٥٠٢٣۔٥٠٢٤، صحیح الجامع: ٥٥٢٥، تحفة الأخیار: ٥٨١٤)

اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ جل شانہٗ اچھی آواز والے قرآن مجید پڑھنے والے آدمی کو زیادہ سنتے ہیں اتنا مغنیہ (موسیقی) والا مغنیہ (موسیقار) کو نہیں سنتا"۔ (سنن ابن ماجه: ١٣٤٠)

* * *

پھر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خود ہی نہیں پڑھتے تھے؛ بلکہ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی حسن صوت سے پڑھتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ان سے کہتے کہ مجھے سناؤ، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا تو وہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میں سناؤں اور قرآن مجید تو آپ پر نازل ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي. (صحيح البخاري: ٥٠٤٩_٥٠٥٠، صحيح مسلم: ٨٠٠)

''میں چاہتا ہوں (پسند کرتا ہوں) کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں''... پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنایا۔

اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو ایک آدمی کی قراءت سنی تو فرمانے لگے کہ یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن قیسؓ ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ.**

(صحيح مسلم: ٢٣٥، ٧٩٣، سنن ابن ماجه: ١٣٤١، تحفة الأخيار: ١٥١١٩)

''یہ شخص مزامیر آل داؤد دیا گیا ہے''۔

یعنی داؤد علیہ السلام کی آل کی بانسریاں، خود داؤد علیہ السلام بھی تغنی کے ساتھ پڑھتے خود بھی روتے اور رُلاتے اور زبور کو ستر (۷۰) لہجوں میں پڑھتے تھے۔

(فتح الباري: ٩/٩٠)

نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی جملے ایک موقع پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمائے تھے۔ (صحيح البخاري: ٥٠٤٨، صحيح مسلم: ٧٩٣_٢٣٦، سنن الترمذي: ٣٨٦٤)

تو وہ فرمانے لگے کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا تو: **لَحَبَّرْتُهُ لَكَ تَحْبِيرًا.** (فتح

الباري:٩/١١٦) ”اورزیادہ حسین پڑھتا“....اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کودیکھتے تو کہتے: **ذَكِّرْنَا رَبَّنَا يَا أَبَا مُوسٰى فَيَقْرَأُ عِنْدَهُ**. (سنن الدارمي:٣٤٩٤،٣٣٩٧) ”اے ابوموسیٰ! ہمارے رب کی یاد تازہ کرو، تو پھر وہ ان کے پاس قرآن مجید پڑھتے“۔

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عشاء کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی زندگی میں کچھ لیٹ ہوگئی، توجب گھر آئی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ کہاں تھی؟ تو میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے ایک کی آواز سن رہی تھی اس کی قراءت وآواز جیسی کسی کی نہیں سنی تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی۔ پھر اسے جا کر غور سے سنا اور میری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے شخص بھی پیدا کیے ہیں۔ (سنن ابن ماجه:١٣٣٨، تحفة الأشراف :١٦٣٠٣)

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے قوم کے سامنے مقدم کرتے تھے (یعنی وہ امامت کرواتا تھا)“۔ (فتح الباري:٩/١١٦)

حتیٰ کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے علماء سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحابہ وتابعین وعلماءِ امصار تک سب متفق ہیں کہ قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔ (التبيان في آداب حملة القرآن :٨٧، فتح الباري:٩/٩١)

اورحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **أَمَّا تَحْسِينُ الصَّوْتِ وَتَقْدِيمُ حَسَنِ الصَّوْتِ عَلٰى غَيْرِهِ فَلَا نِزَاعَ فِي ذٰلِكَ** . (فتح الباري:٩/٩١)

”رہا آواز کو اچھا کرنا اور اچھی آواز کو (اچھی آواز والے) کو دوسری (آواز) پر مقدم کرنا تو اس میں کوئی نزاع نہیں، یہ اتفاقی چیز ہے“۔

مگر یاد رہے کہ قرآن مجید کی تحسین فقط کانوں پر ہاتھ رکھ کر خوبصورت پڑھنا نہیں ؛ بلکہ بڑے پیار ووقار وشیریں ومیٹھی اور بغیر تکلف وتصنع کے لطیف وعمدہ تلاوت کا نام ہے جس میں لہجہ عرب کے موافق پڑھتے وقت خشوع وخضوع اور وقار بھی قائم رہے۔ نہ کہ تلاوت کے وقت پیشانی پر شکن پڑنا اور جلد جلد پلکیں گرانا یا زور سے آنکھیں بند کرنا اور ناک پھلانا اور منہ کو ٹیڑھا کرنا اور گرج دار ورعشہ زدہ آواز نکالنا اور منہ کو گہرا کر کے گلے سے زور سے آواز نکالنا، سب تکلّفات ہیں جس سے طبیعتیں نفرت کرتی ہیں اور دل بیزار ہوتے ہیں اور یہی وہ تکلّفات ہیں کہ جنہوں نے لوگوں کو ترتیل وتجوید سے دور کر دیا ہے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا، جیسا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے تم پر چھ چیزوں کا خوف ہے۔:

(۱) بیوقوفوں کی امارت۔ (۲) خون ریزی۔ (۳) حکم کی بیع۔ (۴) قطع رحمی (قطع تعلق)۔ (۵) چھوٹے بچے قرآن مجید کو بانسریاں (گیت) کے طور پر لیں گے۔ اور (۶) فوجی دستوں کی کثرت“۔ (صحيح الجامع:٢١٦، والصحيحة:٩٧٩)

اس حدیث میں پانچویں چیز ہے کہ قرآن مجید کو گیتوں کی طرح پڑھیں گے، خشیت نہیں ہوگی اور اپنا نام پیدا کرنے کے لیے مذکورہ حربے استعمال کریں گے، تو جتنی مرضی حسین آواز ہو، اس کو برباد کر دے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے ریا کاری سے ڈراتے ہوئے خصوصاً یہ کہا تھا: **أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرَّاؤُهَا**. (صحيح الجامع:١٢٠٣)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اکثر منافق قاری ہوں گے“۔

اس لیے میرے محترم ومعزز بھائی! جب بھی تلاوتِ قرآن مجید کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور جیسی آواز ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، لوگوں کی رضا نہ حاصل کرنا، جو نہ حاصل ہو سکتی ہے اور بلکہ اللہ تعالیٰ کا مجرم بھی بناتی ہے۔

الغرض! حسین صوت (اچھی آواز) وہی متصور کی جائے گی، جو قرآن مجید کو بغیر کسی تکلف وبناوٹ کے انتہائی وقار واطمینان کے ساتھ خشیتِ الٰہی کے ساتھ اور ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) کے ساتھ ہر حرف کو واضح واضح کر کے پڑھا جائے اور آواز کو لمبا کر کے پڑھا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **كَانَ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ مَدًّا.** (صحيح البخاري:٥٠٤٥، صحيح الجامع:٥٠١٣)

''وہ (اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ) اپنی آواز کو قرآن مجید کے ساتھ لمبا کرتے''۔

جو کہ وقار واطمینان اور خشیت کو واضح کرتا ہے اور تکلف وتصنع کو اور بناوٹ وغلو کو دور کرتا ہے۔ اسی لیے علامہ ابن الجزری علیہ الرحمہ نے بھی قاری کی تعریف یہی کی ہے:

مُكَمَّلاً مِنْ غَيْرِ مَاتَكَلُّفِ بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلاَتَعَسُّفِ

''قاریٔ قرآن عمدہ ادائیگی کرنے والا (صحیح تلفظ کو ادا کرنے والا) اور تکلف اور بے راہ روی سے بچنے والا (تجوید کے خلاف نہ پڑھنے والا) ہوتا ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو پڑھتے وقت اس صفت کو اپنانے کی توفیق دے، جو رب کو راضی کرے اور ریاکاری ودکھلاوے سے بچائے اور خوبصورت سے خوبصورت پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆……☆……☆

ﷺ

حدیث.........(۲۸)

عنداللہ قاریٔ قرآن کا احترام، تعظیم وتبجیل کی علامت

قاریٔ قرآن کا جہاں قیامت کے دن منفرد اعزاز ہوگا کہ اس کو جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کا حکم ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ پڑھنے کا بھی حکم ہوگا، قرآن وحدیث کے مطابق قاریٔ قرآن کو جو دنیا وآخرت میں اچھا مقام واحترام حاصل ہے، یہ اس لیے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید اور اس سے تعلق رکھنے والوں کی تعظیم وتکریم کو لازمی قرار دیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر تمام مخلوق کے درمیان ان کو تعظیم دی ہے اور تَبْجِیْلُ وتکریم کے لائق سمجھا ہے، تو اس سے بڑھ کر کیا میزہ ومژدہ ہوسکتا ہے؛ چنانچہ سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ اِجْلاَلِ اللّٰهِ اِكْرَامُ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرَ الْغَالِيْ فِيْهِ وَالْجَافِيْ عَنْهُ وَاِكْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ. (سنن أبي داوٗد:۴۸۳۳)

ترجمہ: بلاشبہ بوڑھے مسلمان کا احترام اور قاریٔ قرآن جو غلو اور کمی کرنے والا نہ ہو، اس کا احترام اور انصاف پسند بادشاہ کا احترام، اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتَبْجِیْلُ کی علامت ہے۔

تشریح: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اس کے سفید بال آجائیں، مجالس میں اس کی توقیر اور احترام۔ اور وہ قاریٔ قرآن جو افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوتا، یعنی نہ تو تکلف میں اتنا غلو کرتا ہے اور نہ ہی اس سے بالکل منہ موڑ لیتا ہے اور وہ بادشاہ جو عدل پسند ہو، ان سب کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتجیل کی نشانی ہے؛ لیکن آج مسلمان اگر اس کے سفید بال آجائیں تو وہ اپنے آپ کو بوڑھا کہلانے

سے شرم کھاتا ہے اور کالے رنگ کے ساتھ اپنا منھ تو کالا کرتا ہی ہے، ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی نافرمانی بھی کرتا ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے (عام حالات میں) کالے رنگ (کے خضاب) سے منع فرمایا ہے۔ (صحيح الجامع:٨١٥٣، شمائل النبي ﷺ)

اور قاریٔ قرآن کی شان تو پھر ہے ہی عجیب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس کے لیے تو انعامات ہی انعامات ہیں، شرط یہ ہے کہ رضائے الٰہی کا متلاشی ہو اور غلو نہ کرے افراط وتفریط کا شکار نہ ہو، یہ نہیں کہ فرض نمازیں بھی پڑھے تو تاخیر کے ساتھ اور گھر میں پڑھے، تو وہ قاریٔ قرآن نہیں۔ نا ہی اس کو قرآن کا حفظ کچھ فائدہ دے گا، اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو شخص آئے اور مجھے لے کر چلے گئے، آخر میں ان کے ساتھ چلا اور ایک ایسے شخص پر آئے جو لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص پتھر لے کر کھڑا تھا اور اس کے سر پر مار رہا تھا، اس کا سر کچل دیتا؛ پھر پتھر وہاں سے لڑھک جاتا، پھر وہ پکڑتا اور مارتا اور اس کا سر کچل دیتا، تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو دونوں فرشتوں نے جواب دیا: یہ وہ شخص ہے کہ **يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ.** جس نے قرآن کو لیا، حفظ کیا، پھر اس کو چھوڑ دیا، ترک کر دیا اور فرضی نمازوں کے وقت سویا رہتا تھا: **وَيُفْعَلُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.** قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ (صحيح البخاري:١٣٨٦)

لیکن جو شخص قرآن مجید کی نعمت مل جانے کے بعد اس کی قدر کرتا ہے، اس کو پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، تو یہ قرآن قیامت کے دن جب قاریٔ قرآن کی قبر کھلے گی اور وہ باہر آئے گا تو اسے ایک دُبلے آدمی کی شکل میں ملے گا، اور کہے گا کہ کیا تو نے مجھے پہچانا، تو قاری کہے گا: نہیں، پھر پوچھے گا: اور وہ یہی جواب دے گا، پھر قرآن

مجید جو کہ ایک دُبلے آدمی کی شکل میں ہوگا، اس کو کہے گا کہ میں تیرا ساتھی قرآن مجید ہوں، جس کی وجہ سے تو پیاسا رہتا اور رات کو جاگتا رہتا تھا، ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے، آج تو بھی اپنی تجارت کے پیچھے ہے، پھر اس کے سر پر تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو خلعت (جنتی پوشاک) پہنایا جائے گا، پھر اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجات پر چڑھ اور اس کی منازل طے کرتا جا، تو وہ پڑھتا جائے گا اور چڑھتا جائے گا۔ (مسند الامام أحمد:٥/٣٤٨_٣٨٢)

ایسا مقام وعزت کیوں نہ ملے (اس لیے کہ اس نے قرآن سے وفاداری کی) اور باعثِ عزت وشرف ہو؛ چنانچہ اسی لیے علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

بِنَفْسِيْ مَنِ اسْتَهْدٰى اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ
وَكَانَ لَهُ الْقُرْآنُ شِرْبًا وَ مَغْسَلًا
هُوَالْمُجْتَبٰى يَغْدُوْ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ
قَرِيْبًا غَرِيْبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلًا

’’میں قربان جاؤں اس شخص کے کہ جو اللہ وحدہ سے ہدایت کا طالب ہوا اور قرآن مجید اس کا مشروب اور پاکیزگی کا سامان ہوا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان چل پھر رہا ہوتا ہے، اجنبی لوگ اس کی توجہ کے طالب اور وہ لوگوں کے لیے آرزوؤں کی اُمید گاہ ہوتا ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے وفاداری کی توفیق دے اور اس کی وفاداری کے دنیا وآخرت میں ثمرات حاصل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

اے میرے مسلمان بھائی! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے سابقہ تمام فضائل اسے حاصل ہوں اور وہ دنیا و آخرت میں خوشیوں کو سمیٹے تو اسے چاہیے کہ تمام فتنوں اور حزبیات کو یکسر ترک کر کے قرآن مجید کی طرف لوٹ آئے ؛ کیونکہ قرآن مجید جہاں بندے کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے ، وہاں دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی کا سبب بھی بنتا ہے اور ہر فتنے کا علاج بھی ہے ، جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

أَلاَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ.

(سنن الترمذي:٢٩٠٦، فضائل القرآن لابن كثير:١١، سنن الدارمي:٣٣٣٢)

”خبردار! عنقریب فتنہ ہوگا ، تو میں نے پوچھا کہ فتنے سے نکلنے کی صورت کیا ہوگی ، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھامنا ؛ کیونکہ اس میں پہلوں کی خبریں ہیں اور بعد والوں کی بھی“۔

اس لیے فتنوں سے نکلنے کے لیے اور ربانی رضا کو پانے کے لیے اور اصل منزل مقصود تک جانے کے لیے بصیرت کی عینک لگائیے اس لیے:

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ   اندھیری شب میں ہو چیتے کی آنکھ کا چراغ

لیکن اگر جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کا ذوق بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتے جائیں اور قرآن سے دور بھی رہیں ، تو یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا ، اس لیے کہ:

تَصِلُ الذُّنُوْبَ إِلَى الذُّنُوْبِ

وَتَرْتَجِیْ دَرَجَ الْجِنَانِ وَفَوْزَ نَیْلِ الْعَابِدِ
أَنَسِیْــــتَ رَبَّكَ حِیْـــنَ أَخْـــرَجَ آدَمَ
مِنْهَـــااِلَـــی الـــدُّنْیَابِـــذَنْبٍ وَاحِـــدٖ

”گناہوں پر گناہ کیے جا رہا ہے اور جنت کی سیڑھیوں اور عبادت گزاروں کی کامیابی کا اُمیدوار بھی ہے کیا تم بھول چکے ہو کہ تیرے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک لغزش کے سبب جنت سے نکال دیا تھا“۔

اگر ایک لغزش کی وجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکل سکتے ہیں تو اے مسلمان! تو روزانہ کی ہزاروں غلطیاں کرے اور قرآن سے بھی دور رہے، پھر تو جنت کے خواب کیسے دیکھتا ہے اس لیے گناہوں کی توبہ کرو اور فوراً قرآن مجید کی طرف لوٹ آؤ؛ کیونکہ دنیا و آخرت میں نجات قرآن مجید کی وجہ سے ہوگی۔

تَرْجُوا النَّجَاۃَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا   اِنَّ السَّفِیْنَۃَ لَاتَجْرِیْ عَلَی الْیَبَسِ

”نجات کے اُمیدوار بھی ہو اور نجات کے راستوں پر چلتے نہیں ہو (یاد رکھنا) بے شک کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی“۔

جس طرح کشتی خشکی پر نہیں چلتی اس کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح نجات کے لیے اعمالِ صالحہ کا ہونا ضروری ہے، ورنہ نجات ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کے فضائل کو حاصل کرنے کی اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ وَهُوَیَهْدِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ.

☆……☆……☆

حدیث.........................(۲۹)

قرآنِ کریم کا مرتبہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قِرَاءَ ةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَوةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَ ةُ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّكْبِيْرِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّسْبِيْحُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ. (أخرجه البيهقي في الشعب: ۲/ ۴۱۳، رقم: ۲۲۴۳)

ترجمہ: نماز میں قرآن کریم پڑھنا نماز کے باہر قرآن کریم پڑھنے سے بہتر ہے اور نماز کے باہر قرآن کریم پڑھنا سبحان اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے بہتر ہے اور تسبیح پڑھنا صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ دوزخ کی آگ کے لئے ڈھال ہے۔

تشریح: نماز میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا مقابلہ اور کوئی ذکر اور تسبیح نہیں کر سکتی، تسبیح پر صدقہ سے زیادہ اجر ملتا ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے روزہ دوزخ کی آگ کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے۔

صاحبِ ''اِحیاء'' حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لیے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضوء کے ساتھ پڑھا اس کے لیے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں؛ بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لیے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔ (فضائل قرآن: ۲۸۵)

سبحان اللہ! کتنی سعادت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان مبارک اعمال کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں بھی ایسا ماحول عطا فرمائے کہ جس میں نیک اعمال کر لینا آسان ہو۔ آمین ☆......☆

حدیث.........................(۳۰)

دیکھ کر قرآن کریم پڑھنا

حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ عنہ (مرفوعاً) نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قِـرَاءَ ةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ، وَقِرَاءَ تُهُ فِي الْمُصْحَفِ تُضَاعَفُ عَلٰى ذٰلِکَ اِلٰى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ.

(المعجم الكبير للطبراني: ۲۲۱/۱، رقم: ۶۰۱، شعب الایمان للبیهقي: ۴۰۷/۲، باب: ۲۲۱۸)

ترجمہ: بغیر دیکھے قرآن کریم پڑھنے پر ہزار درجہ ثواب ملتا ہے اور قرآن کریم میں دیکھ کر پڑھنا اس سے دو ہزار گنا زیادہ ثواب دلاتا ہے۔

تشریح: حافظِ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گزر چکے ہیں، اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ، وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے، جیسے: دیکھ کر پڑھنے میں زبان کے ساتھ نگاہ بھی مشغول ہوتی ہے جو باعث ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی پھر اس میں قرآن کریم کا چھونا اسے اٹھانا بھی باعث اجر بنتا ہے، اس میں غور و فکر کا موقع بھی زیادہ ملتا ہے، اس سے مسائل کا استنباط بھی آسان ہوتا ہے، اس لیے دیکھ کر پڑھنے کا اجر بڑھ جاتا ہے۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہوا ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا افضل ہے یا حفظ؟ تو اس کے جوابات کا خلاصہ وہ ہے کہ جو علامہ نووی اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہما

الرحمہ نے لکھا ہے اور پسند بھی کیا ہے کہ یہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے، بعض کے لیے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لیے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

(فضائل قرآن:٢٨٦ عن فتح الباري و التبيان في آداب حملة القرآن)

کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو (نسخے) کلام اللہ پھٹے تھے۔ (فضائلِ قرآن:۲۸۶)

عمرو بن میمون علیہ الرحمہ سے ''شرحِ احیاء'' میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآنِ مجید کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے، تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

قرآن کریم کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لیے مفید بتلایا جاتا ہے۔

اَبوعبید رحمہ اللہ نے حدیثِ مسلسل نقل کی ہے، جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو اُستاذ نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔ (فضائلِ قرآن:۲۸۶)

اور استاذ محترم سیدی وسندی ووسیلتی الی اللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی مدظلہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے آنکھوں کی بینائی تاحیات بحال رہتی ہے۔ بارك الله في حياة الشيخ. آمین

☆……☆……☆

ﷺ

حدیث.........(۳۱)

قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے (مرفوعاً) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءِ الْقُرْآنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ، اِقْرَأْهُ فِيْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، اِقْرَأْهُ فِيْ عَشْرٍ، اِقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ، وَلَاتَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ.

(أخرجه البخاري في صحيحه، ۵۰۵۲-۵۰۵۴، ومسلم، ۱۱۵۹، وأبو داوٗد، ۱۳۸۸)

ترجمہ: قرآن کریم ہر مہینہ میں ختم کیا کرو، ہر بیس رات میں ختم کیا کرو، ہر دس دن میں ختم کرو، ہر سات دن میں ختم کرو، اس سے کم میں ختم مت کرو۔

تشریح: یہاں یہ حدیث مختصراً مذکور ہے اصل میں یوں ہے: قرآن کریم ہر مہینہ میں ختم کیا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا بیس دن میں ختم کیا کرو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم کتنا قرآن کریم روزانہ پڑھنا چاہیے، بہر حال آسانی سے سوچ سمجھ کر انسان جتنا قرآن کریم پڑھ سکتا ہو، پڑھے، ایک حدیث میں آتا ہے جس نے تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کیا، اس نے سمجھ کر نہیں پڑھا، جلدی جلدی، چباچبا کر کاٹ کاٹ کر قرآن کریم پڑھنا منع ہے، بجائے ثواب کمانے کے باعثِ گناہ ہے۔

"شرحِ احیاء" میں لکھا ہے کہ سَلَف کی عادات ختمِ قرآن مجید میں مختلف رہی ہیں۔

ایک ہی دن یا رات میں ایک یا کئی ختم قرآن کریم کرنے والے:

اس عنوان کے ذیل میں کثرتِ تلاوت کا اہتمام کرنے والے خوش نصیب حضرات کا مختصراً تذکرہ

کیاجاتاہے تاکہ اس کو پڑھ کر قارئین کے دل میں بھی قرآن مجید کی تلاوت اور بکثرت تلاوت کا جذبہ وداعیہ پیدا ہو۔

بعض حضرات روزانہ ایک ختم یا اس سے زائد کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔ (عمدة القاري : ٢٠/٦٠)

اسی طرح حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے۔ (المصدر السابق : ٢٠/٦٠)

اوراسی طرح عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے۔

(تحفة الأحوذي:٨/٢١٩)

اور یہی معمول اسود اور صالح بن کیسان، سعید بن جبیر (انہوں نے پورا قرآن ایک رکعت میں بیت اللہ شریف کے اندر پڑھا تھا) رحمہم اللہ اور ایک جماعت کا تھا۔ (شذراتُ الذهب: ١/١٠٨)

امام شافعی علیہ الرحمہ غیر رمضان میں ایک اور رمضان میں دو ختم روزانہ کرتے تھے، حضرت اقدس امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا بھی رمضان المبارک میں یہی (یعنی روزانہ دو ختم کرنے کا) معمول تھا۔ (تفسير البحر المديد للادريسي:٨/٢٥١)

حضرت سُلیم بن عِتر رحمہ اللہ جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتحِ مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''قصص'' کا امیر ان کو بنایا تھا، ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔

(فضائل القرآن لأبي عبيد القاسم بن السلام: ١/٣٦٧،الاصابة: ٣/٢٦٣)

علامہ نووی علیہ الرحمہ ''کتاب الاذکار'' میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب (یعنی ابوعلی حسن بن احمد مصریؒ) کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے (چار دن میں اور چار رات میں)۔

(عمدة القاري : ٦٠/٢٠ ،طبقات الصوفية للازدي: ٢٩٢/١)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے حافظِ قرآن کو دیکھا ہے کہ جس نے شبِ قدر میں وتر کی ہر رکعت میں ایک قرآن مجید ختم کیا تھا (یعنی تین قرآن)۔

(عمدة القاري: ٧/١٦)

شیخ عبدالرحمٰن بن ہبۃ اللہ ملحانی یمانی رحمہ اللہ بہت سریع القراءت تھے، چنانچہ سردی کے دنوں میں روزانہ تین مکمل ختم قرآن اور چوتھے کے دس پارے پڑھ لیتے تھے۔

(الضوء اللامع: ٣٩٤/٢)

امام محمد بن احمد عُراقی قاہری شافعی علیہ الرحمہ تلاوتِ قرآن کے بہت بڑے ذوقین وشوقین تھے، اسی وجہ سے حرم مکی کے مجاور تھے، ہر روز دن ورات میں چھ (٦) قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ (الضوء اللامع لأهل القرن التاسع: ٣٣٣/٣)

شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل ابن عطاء الآدمی رحمہ اللہ ہر روز ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے، اور رمضان المبارک کے ہر دن اور رات میں تین ختم قرآن شریف کے کیا کرتے تھے۔

(صفة الصفوة لابن الجوزي: ٤٤٥/٢ ،تاريخ بغداد للخطيب : ٢٧/٥)

شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن شاذان الکُتّی قصار رحمہ اللہ ایک دن میں چار ختم قرآن کریم کے کیا کرتے تھے، صاف ستھری تلاوت کے ساتھ۔

(تبصير المنتبه بتحرير المشتبه لابن حجر العسقلاني: ٢١١/١)

ابوعبداللہ کُرز بن وَبرۃ الحارثی رحمہ اللہ ہر دن ورات میں تین ختم قرآن کریم کے کیا کرتے تھے اور ان کی یہ قراءت وتلاوت قراء کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں ہوتی تھی۔

(الاصابة في تمييز الصحابة: ٦٦١/٥)

امام محمد بن احمد ترکستانی القری علیہ الرحمہ ایک ایک دن میں چھ چھ ختم قرآن فرمالیا کرتے تھے۔ (شذرات الذھب:٦/٢٠٣، الدرر الکامنة:١/٤٥٧)

امام مالکؒ کے تلمیذِ رشید ابن القاسم رمضان المبارک میں نوّے (٩٠) قرآن کریم کا ختم فرماتے تھے۔ (تفسیر البحر المدید للادریسي:٨/٢٥١)

اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ایک سو (١٠٠) قرآن کریم کا ختم فرماتے تھے۔ (تفسیر البحر المدید للادریسي:٨/٢٥١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد سعید بن المسیبؒ دو راتوں میں ایک ختم قرآن کریم کا کرلیا کرتے تھے۔ (تحفة الأحوذي:٨/٢١٩)

حضرت ابو محمد ثابت بن اسلم بُنانی بصری علیہ الرحمہ ایک دن میں ختم قرآن مجید فرمالیا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء:٥/٢٢٤)

عطاء ابن السائب رحمہ اللہ ہر دو راتوں میں ایک ختم قرآن کریم کا فرمالیا کرتے تھے۔

(تحفة الأحوذي:٨/٢٠٩)

ابو المغیرہ منصور بن زاذان الواسطی الثقفی رحمہ اللہ بہت ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور اسی کے ساتھ پورا قرآن صلاۃ الضحیٰ تک مکمل فرمالیا کرتے تھے۔

(تحفة الأحوذي:٨/٢١٩، تهذیب التهذیب:١٠/٢٧٢)

موصوفؒ ہی سے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ یہ ظہر سے عصر کے درمیان ایک ختم اور مغرب اور عشاء کے درمیان دوسرا ختم فرمالیا کرتے تھے۔ (الثقات لابن حبان:٧/٤٧٤)

اس مقام پر علامہ نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وہ حضرات جنہوں نے ایک ہی رکعت میں

مکمل قرآن کریم پڑھ لیا ہے، ان کی تعداد اتنی ہے کہ جس کا شمار مشکل ہے۔

(التبیان في آداب حملة القرآن: ۱/ ۶۰، الاذکار: ۱۰۲)

وہ حضرات جو تین دن کے اندر اندر ختم قرآن کر لیا کرتے تھے:

ایسے بھی بکثرت اللہ کے نیک بندے ہیں کہ جو تین روز میں ایک ختم قرآن کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، چنانچہ وہ روزانہ ایک تہائی قرآن (یعنی دس سپارے) پڑھ لیا کرتے تھے۔

ان خوش نصیب حضرات ہی میں سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ (کیونکہ آپ ﷺ سے نہی وارد ہوئی ہے تین سے کم دن میں ختم کرنے پر)۔ (مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیة: ۱۳/ ۴۰۷)

اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی مکمل قرآن کریم کی تلاوت کو تین حصوں میں تقسیم فرمالیا کرتے تھے۔ (المعجم الکبیر للطبراني: ۱/ ۲۳۰ و حسنه العراقي في المغني: ۱/ ۲۲۵)

ہر ہفتہ ختم قرآن کریم کرنے والے:

اہل علم میں سے اکثر سلف و خلف ایک ہفتہ میں ایک قرآن کریم کا ختم فرمانے کے عادی تھے۔

حضرت اوس بن حذیفہ ثقفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کیا کہ آپ حضرات نے قرآن کو حزبوں یعنی منزلوں میں کیسے تقسیم کر رکھا تھا، تو انہوں نے موجودہ سات منزلیں ارشاد فرمائیں۔ (أخرجه أبو داؤد، کتاب الصلاة، باب تحزیب القرآن: ۱/ ۴۴۳، ح: ۱۳۹۳، مسند الامام أحمد: ۴/ ۹، ح: ۱۶۲۱۱، المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۲۲۵)

دس دن کے اندر ختم قرآن کریم کرنے والے:

علماء کی بہت سی جماعتیں عشرہ (یعنی دس دنوں) کے اندر اندر ختم قرآن پر مواظبت کرتی

تھیں۔ (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي: ٢/٤٢)

الدکتور ریاض محمود جابر قاسم حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اور بہت سے حضراتِ صحابہ وکبارِ مشائخ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جنہوں نے تفکر وتدبر (یعنی غور وفکر اور قرآن سمجھنے) کی وجہ سے مذکورہ ایام سے بھی زیادہ دنوں میں ختم قرآن کریم کا اہتمام فرمایا ہے۔ (ختم القرآن الكريم عند السلف: ١٢، ٥/رمضان المبارك: ١٤٣٦ھ)

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بھی عرض کیا گیا ہے۔

ابنِ قدامہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔

اہلِ تاریخ نے امام اعظم علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ رمضان المبارک میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے، ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان المبارک میں تراویح کا، مگر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا، اسی وجہ سے ابنِ حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بندہ کے نزدیک یہ حدیث پاک باعتبار اکثر افراد کے ہے، اس لیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں، جتنے ایام میں بہ سہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے، مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے

دن اس کی قضا کر لے۔ غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلامِ مجید پورا ہو جائے۔

جمہور کے نزدیک اگر چہ یہ ضروری نہیں، مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو، نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، صاحب "مجمع" نے ایک حدیث نقل کی ہے:

"مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ" . (الفائق في غريب الحديث: ٤٢٦/٢، ايجاز البيان عن معاني القرآن: ٣٢١/١، غريب الحديث: ٩١/٢، النهاية لابن الأثير: ٢٢٧/٣، محيط المحيط: ١٥٧/٦، الموسوعة القرآنية للابياري)

(جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی)۔

بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلامِ مجید ختم کر لے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا معمول عامتاً یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کر کے پنجشنبہ (جمعرات) کے روز ختم کر لے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام اللہ کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات، ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتدا میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تا کہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعا کا میسر ہو۔

(فضائل قرآن: ٣١٠)

☆......☆......☆

حدیث.........................(۳۲)

قرآن کریم کے مطالبات کو بھی پورا کیا جائے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اِقْرَءِ الْقُرْآنَ مَانَهَاکَ ، فَإِذَا لَمْ يَنْهَکَ فَلَسْتَ تَقْرَأُهُ.**

(أخرجه الديلمي في مسند الفردوس : ٤٣٣/١، رقم: ١٧٦٥)

ترجمه: تم قرآن کریم اس وقت تک پڑھو جب تک وہ تمہیں روکتا رہے، پھر جب وہ تمہیں منع نہ کرے تو تم اس کو پڑھ نہیں رہے ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو سوچ سمجھ کر نہ پڑھے، اس کے احکامات پر عمل نہ کرے، اس کی منہیات سے باز نہ رہے تو اس کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے، قرآن کریم پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ دل لگا کر خوب تجوید و ترتیل سے سمجھ کر پڑھیں، جن باتوں کا اس میں حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کریں اور جن سے روکا گیا ان سے بچیں اور اس کی آیاتِ بینات میں غور و فکر کریں۔

بہت سے قاریٔ قرآن پر خود قرآن لعنت کرتا ہے:

ایسے قرآن پڑھنے والے پر کہ جو احکاماتِ قرآن کی خلاف ورزی کرتا ہے، خود قرآن مجید لعنت وملامت کرتا ہے؛ چنانچہ سیدنا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رُبَّ قَارِئٍ(أَوْ قَالَ تَالٍ) لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ. (احياء علوم الدين :٢٧٤/١، مجموع فتاوى ابن باز:٦١/٢٦، فتاوى اللجنة الدائمة :٢١٣/٣)

”بہت سے قرآن کریم پڑھنے یا تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اس حال میں کہ خود قرآن کریم ان پر لعنت کرتا ہے“۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو پڑھ رہا ہوتا ہے، عملی زندگی میں اس پر عمل نہیں کرتا، مثلاً قرآن مجید میں سود کی حرمت بیان کی گئی ہے اور یہ وہ آیات تلاوت بھی کرتا ہے، اس کے باوجود سود سے نہیں بچتا، قرآن کریم میں ظلم کی ممانعت ذکر کی گئی ہے، مگر یہ وہ آیات پڑھتا ہے، اس کے باوجود خلاف ورزی کرتا ہے، قرآن کریم میں غیبت (چغل خوری) کو حرام کیا گیا ہے، مگر یہ وہ آیات پڑھتا ہے اور غیبت سے باز نہیں آتا، گویا اپنی ہی زبان سے قرآن کریم کے الفاظ میں اپنے اوپر لعنت وملامت کرتا ہے۔

اعاذنا اللّٰہ منہ.

جیسا کہ میمون بن مہران علیہ الرحمہ سے منقول ایک اثر میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ وَيَلْعَنُ نَفْسَهٗ فِيْ قِرَاءَتِهٖ فَيَقُوْلُ ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ **وَاِنَّهٗ لَظَالِمٌ**. (تفسير ابن أبي حاتم:٢٠١٧/٦)

”بعض دفعہ کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور دورانِ تلاوت اپنے اوپر لعنت کرتا ہے، چنانچہ کہتا ہے: خبردار! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر حالانکہ یہ پڑھنے والا خود ظالم ہے“۔

تو گویا اس کا عمل قرآن کریم کی آیات اور ان سے مستنبط احکامات کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تلاوتِ قرآن کی توفیق کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

☆......☆......☆

حدیث..............................(۳۳)

قرآن کریم سوز کے ساتھ پڑھنا چاہیے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ نَزَلَ بِالْحُزْنِ. (مسند أبي يعلى: ٤٩/٢، رقم: ٦٨٩، المعجم الأوسط: ١٩٣/٣، رقم: ٢٩٠٢، مجمع الزوائد: ٣٥١/٧، رقم: ١١٦٩٤، حلية الأولياء: ١٩٦/٦)

ترجمہ: قرآن کریم کو سوز کے ساتھ پڑھو، اس لیے کہ وہ غم کے ساتھ اترا ہے۔

تشریح: قرآن کریم کو حزن وملال، خوف، وخشیت اور رقت قلب اور سوز سے غمگین آواز سے پڑھنا چاہیے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک سورت پڑھی اور خوب درد بھرے انداز سے پڑھی، ظاہر ہے اس طرح پڑھنے سے دل میں رقت پیدا ہوگی جو مطلوب ہے، قرآن کریم کے غم کے ساتھ اترنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم نے کافروں کے کفر وضلال اور افتراء پردازی پر نکیر کی، ان کو ان کی سرکشی اور گمراہی کے انجام سے باخبر کیا، دنیا میں ان جیسے لوگوں کو جس طرح پکڑا گیا اس کو بیان کیا ہے، قرآن کریم پڑھنے والے کو قرآن مجید میں مذکور وعیدوں، انجام کار اور سرزنش وغیرہ پر غور کرنا چاہیے، اپنے گناہوں، نافرمانیوں اور سرکشیوں کو یاد کرے، ان پر ندامت کے آنسو بہائے۔

☆.....☆.....☆

حدیث.........................(۳٤)

قرآن کریم حضورِ قلب کے ساتھ پڑھنا چاہیے

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ فَقُوْمُوْا عَنْهُ. (أخرجه أحمد في المسند، ١٨٣٣٧، والبخاري، ٥٠٦٠، ومسلم، ٢٦٦٧، والنسائي في السنن الكبرى: ٥/٣٣، رقم: ٨٠٩٦)

ترجمہ: قرآن کریم اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارا دل اس میں لگے؛ لیکن جب دل نہ لگے، تو اُٹھ جایا کرو۔

تشریح: قرآن کریم کامل توجہ، دل جمعی، حاضر حواسی اور نشاط کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا چاہیے، تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور اس سے پند و نصیحت حاصل ہو، لیکن اگر نشاط نہ ہو، طبیعت غیر حاضر ہو، دل و دماغ کہیں اور ہو، صرف زبان سے تلاوت جاری ہو، تو بجائے ایسی تلاوت جاری رکھنے کے قرآن کریم رکھ کر دوبارہ ایسے وقت میں پڑھیے جب طبیعت حاضر ہو، مطلب یہ ہے کہ احکم الحاکمین کا فرمان ہے لہٰذا پوری دل جمعی و نشاط کے ساتھ پڑھیے، دورانِ تلاوت ذرا سی کوتاہی اور اعراض بھی سخت نقصان کا باعث ہو سکتا ہے، اس لیے فرمایا کہ دل لگا کر پوری محبت و عقیدت اور حاضر دلی کے ساتھ پڑھیے۔

☆......☆......☆

حدیث.......................(۳۵)

حافظِ قرآن اور اس کے دس متعلقین عذاب سے محفوظ

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ، فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَایُعَذِّبُ قَلْبًا وَعَی الْقُرْآنَ.

(أخرجه أبو القاسم تمام بن محمد الرازي في الفوائد:٢/١٦٩٠:٢٦١)

ترجمہ: قرآن کریم پڑھا کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسے دل کو عذاب نہیں دیں گے، جس نے قرآن کریم کو محفوظ کر رکھا ہو۔

تشریح: قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اس پر عمل کرنے کرانے والے حضرات قرآن کریم کے محافظ ہیں ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے، جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا! ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دے دینا چاہیے، اس لیے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کیے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

''شرحِ اِحیاء'' میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہول ناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے رہیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بروایتِ دَیلمی رحمہ اللہ نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حفاظ کرام اللہ کے سائے کے نیچے اَنبیاء علیہم السلام اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (فضائل قرآن:۲۸۱)

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ قرآن

کریم سے محبت رکھی جائے اور قرآن کریم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھی جائے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ احادیث وسنت سے محبت کی جائے اور سنت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آخرت سے محبت کی جائے اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بغض رکھا جائے اور دنیا سے بغض کی علامت یہ ہے کہ اس سے صرف بقدرِ ضرورت ہی لیا جائے۔

حافظِ قرآن اور دس جہنمیوں کی سفارش:

باعمل حافظِ قرآن جس طرح خود جہنم اور عذابِ جہنم سے محفوظ و مامون رہے گا، اسی طرح اس کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ اس کے دس رشتہ داروں کو بھی جہنم سے محفوظ رکھ کر جنت میں داخلہ مرحمت فرمائیں گے؛ چنانچہ سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِيْ عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ.** (مسند الامام أحمد: ١٤٨/١-١٤٩، سنن الترمذي: ٢٩٠٥، سنن ابن ماجه: ٢١٢، مرقاة المفاتيح: ٢١٤١، الترغيب والترهيب: ٣٥٥/٢، تاريخ أصفهان: ٢٥٥/١، موسوعة أطراف الحديث النبوي: ٨/ ٤٦٦، الجامع لشعب الايمان: ١٤/ ٢٥٠، رقم: ٢٤٣٦)

”جس نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو“۔

اس سے مراد وہ مسلمان رشتہ دار ہیں جو مرتکب کبائر ہیں، کافر و مشرک رشتہ دار مراد نہیں؛ کیونکہ کفار و مشرکین کے لیے تو جنت ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ

میں رہیں گے۔ جیسا کہ متعدد آیاتِ قرآنیہ میں صراحت سے مذکور ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے باعمل حافظِ قرآن کا مقام معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے قرآن کریم یاد کرنے کا فائدہ اس کی ذات تک محدود نہیں ؛ بلکہ اس کے عزیز و اقارب کو بھی پہنچے گا۔ اور کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کے خاندان میں اکثر لوگ حافظ ہیں۔

تنبیہ: اِس حدیث پاک سے کوئی یہ مطلب نہ لے کہ ہمارے خاندان میں تو بعض حضرات حافظ ہیں ؛ لہٰذا ہم جو چاہیں کریں حفاظِ کرام سفارش کروا کر بخشوا ہی دیں گے، یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے، اس لیے خود حافظِ قرآن کو شریعت کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ خود احکامِ خداوندی پورا کرنے کا پابند ہے تو دوسروں کو کیسے شرعی احکام توڑنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ شفاعت کا یہ قانون ہے کہ جس کے بارے میں شفاعت کرنے کی حق تعالیٰ شانہٗ اجازت دیں گے اسی کی سفارش کی جا سکے گی، ہر ایک کی سفارش کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

تیسرے یہ کہ قیامت سے پہلے پہلے برزخ کی زندگی، موت کے بعد برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ. (المؤمنون، پ:۱۵)

اور اہل معاصی کے لیے عذابِ قبر ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے اور عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے، حافظِ قرآن جن رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا، وہ قیامت کے دن کا مسئلہ ہے، قبر میں کتنا رہنا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی کو معلوم ہے، اس لیے اگر کسی کو شیطان گناہوں پر آمادہ کرے، تو اس کے بہکانے میں نہ آئے، مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ وہ ہمہ وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور مغفرت طلب کرتا رہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ.

☆......☆......☆

حدیث......................................(٣٦)

قرآن کریم مستغنی بنا دیتا ہے

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ الْقُرْآنَ غِنًي لاَ فَقْرَ بَعْدَهُ وَلاَغِنًي دُوْنَهُ.**

(مسندُ أبي يعلى: ١٥٩/٥، رقم: ٢٧٧٣، المطالب العاليه: ٢٩٣/٣، مجمع الزوائد: ١٦١)

ترجمہ: بیشک قرآن ایسی مالداری ہے کہ اس کے بعد فقر و فاقہ نہیں آئے گا اور اس کے علاوہ اور کوئی تونگری بھی نہیں ہے۔

تشریح: قرآن کریم مؤمن کے دل کو غنی بنا دیتا ہے؛ لہٰذا جو شخص اس کی اتباع کرے گا اس کے احکامات پر چلے گا وہ اوروں سے بے نیاز ہو جائے گا، قرآنِ کریم کا نور اسے تباہی اور آفات سے بچائے گا اور کوئی چیز یہ کام نہیں کر سکتی، یا یہ کہ قرآن کریم فقر و فاقہ دور کرتا ہے۔

چنانچہ فلاسفرِ اسلام حضرت امام ابو حامد محمد غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پڑ گیا، انہوں نے فرمایا: فلانے تم نے عمر کی طرف ہجرت کی ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف؟ تم قرآن پڑھو وہ تمہیں میرے دروازے سے بے نیاز کر دے گا، وہ شخص چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو عبادت میں لگا دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے ہم سے دور ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے قرآن کریم پڑھا، اس نے مجھے عمر سے (رضی اللہ عنہ) بے نیاز کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اس میں کیا پایا؟ کہا یہ: **وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ.** (الذاريات، پ: ٢٦)

ترجمہ: آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (احیاء علوم الدین)

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس بندے کو فاقہ اور تنگدستی نہیں جو قرآن پڑھتا ہے (یعنی قرآن میں مشغول رہتا ہے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٨٦/١، کنز العمال: ٥٤٧/١)

بالکل صحیح، سو فیصد سچی اور مبنی بر حقیقت بات ہے کہ وہ حفاظ و قراء اور اشتغال بالقرآن رکھنے والے خوش نصیب حضرات جو قرآن کریم کی خدمت میں بھرپور خلوص و للّٰہیت کے ساتھ لگے رہتے ہیں ان کو معاشی تنگی اور متوسط و قابلِ کفایت مقدار کے کھانے پینے کی پریشانی نہیں ہوتی، اللہ رازق و رزاق ان کے رزق کی خصوصی کفالت کرتے ہیں، ان کی معیشت میں خیر و برکت ہوتی ہے، غیبی مدد و نصرت ہوتی ہے، کم تنخواہ پانے کے باوجود مناسب اور اچھی زندگی گزارتے ہیں، اسی میں مہمان نوازی، غمی و خوشی، تکلیف و بیماری کے اخراجات، شادی بیاہ کا صرفہ بھی مناسب طور پر کر لیتے ہیں، حسبِ ضرورت مکان وغیرہ کی بھی سہولت ہو جاتی ہے، یہی نہیں بلکہ حج بیت اللہ و عمرہ و زیارت کی دولت سے بھی مشرف ہو جاتے ہیں، یہ برکتِ خداوندی اور نصرتِ الٰہی نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا آپ نے کسی دیندار متقی پرہیزگار حافظ و عالم اور قاری کو فقر و فاقہ اور تنگیٔ معیشت میں دیکھا ہے، بھوک پیاس اور مرتے وقت دست سوال دراز کرتے دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔

بسا اوقات ان کی غربت زہدِ دنیا کی وجہ سے اختیاری ہوتی ہے، جسے وہ انبیاء و اولیاء کی سنت سمجھ کر بخوشی اختیار کرتے ہیں، متقی اور پرہیزگاروں کے رزق کا اللہ تعالیٰ نے غیب سے وعدہ کیا ہے۔ **ومن يتق الله يجعل له مخرجا.**

یہ وصف دینداری اور تقویٰ کی قید کے ساتھ ہے، دین اور تقویٰ سے آزاد لوگوں کے لیے یہ وعدہ نہیں، قرآن و حدیث اور دین و مذہب کی خدمت کرنے والے بے شمار بندوں کو دیکھئے کہ کس قدر اچھی زندگی گزارتے ہیں کہ یہ دنیادار دیکھ کر رشک؛ بلکہ بسا اوقات حسد کرتے ہیں

، جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں اور گناہ گاروں کو نواز رہے ہیں، تو پھر اپنے ماننے والے لوگوں کو کیوں نہ دیں گے اور ان کی ضروریات کا تکافل کیوں نہ کریں گے، خیال رہے کہ قرآن کریم کے ساتھ شغل واشتغال جالبِ رزق ہے، اس سے گھر بار اور کاروبار میں وسعت اور کشادگی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جس جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے وہ گھر اہلِ خانہ پر وسیع ہو جاتا ہے، اس میں خیر کی کثرت ہو جاتی ہے (جس میں مال بھی داخل ہے) فرشتوں کی آمد ورفت ہوتی ہے (اس گھر سے) شیاطین (اور خبیث جنات) بھاگ جاتے ہیں، اس کے برخلاف جہاں قرآن کریم کی تلاوت نہیں ہوتی ہے وہ گھر اپنے اہل پر تنگ ہو جاتا ہے، خیر کی کمی ہو جاتی ہے، شیاطین کی آمد ورفت ہو جاتی ہے۔ (اتحاف السعادة: ٤/٤٦٦ بحواله مصنف ابن ابی شیبه)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا ہے کہ قرآن کی تلاوت، اس کے ساتھ اشتغال، وسعتِ رزق اور اچھی زندگی کا باعث ہے، اس میں دینداری کے ساتھ لگنے والا تنگی معیشت کا شکار نہیں ہوتا ہے، ہاں کسی اور گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے ہو تو دوسری بات ہے۔

ہاں یہ بھی خیال رہے کہ شاہی اور نوابوں کی سی زندگی میسر نہیں ہوتی کہ ایسی فراوانی مذموم ہے، آخرت سے غافل کرنے والی ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کو ایسی مذموم دنیا سے محفوظ رکھتے ہیں۔

لہٰذا قرآن کریم کے حاملین اور مشتغلین کو چاہیے کہ وہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دیندارانہ ومتقیانہ زندگی گزارنے کے ساتھ قرآن عظیم الشان اور دین کی خدمت میں لگے رہیں، دنیا اور دنیا والوں کو اپنے قدموں میں دیکھیں گے۔

اپنے اکابر ومشائخ اور بزرگانِ دین کو دیکھئے کہ کیسی عزت اور مناسب خوشحالی کی زندگی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی قرآن مجید کے ساتھ ایسی ہی والہانہ وابستگی عطا فرمائے۔ آمین

☆……☆……☆

حدیث.........................(۳۷)

قرآن کریم کو بھول جانے کا وبال

سیدنا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْإِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا.** (رواه البخاري، رقم: ٤٧٦٤، ومسلم، رقم: ١٣٧٠، وأحمد، رقم: ١٩٣٢٩، والبيهقي في السنن الصغير، رقم: ٧٥٢، الموسوعة الفقهية: ٣٨/٨)

ترجمہ: قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآنِ پاک جلد نکل جانے والا ہے (لوگوں کے) سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔

تشریح: یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جائے اور وہ رسی سے نکل جائے تو بھاگ جائے گا، اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جائے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا در حقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں؛ بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بطورِ احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ١٧)

”کہ ہم نے قرآن کریم کو حفظ کرنے کے لیے سہل کر رکھا ہے پس ہے کوئی حفظ کرنے والا؟“۔

صاحبِ ”جلالین“ نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے

،تو جس چیز کو حق جل مجدہ' باربار تاکید سے فرمارہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو، حماقت اور بے کار اضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں، اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لیے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اگر اپنی یاد سے تورات لکھادیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جائیں اور مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ شانہ' نے اس لطف واحسان کو عام فرمارکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جائے! ﴿فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾. (الشعراء:۲۲۷)

بالجملہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف وانعام ہے کہ یہ یاد ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلادیا جاتا ہے۔

قرآن شریف پڑھ کر بھلادینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے، میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت یا سورت یاد ہو پھر وہ اس کو پڑھ کر بھلادے۔

(سنن الترمذي: ۱۱۹/۲، شعب الایمان للبیهقي: ۳۲۵/۲)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث میں قرآن کریم کی کسی سورت یا آیت کا حفظ کے بعد بھول جانے کو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ یعنی کبیرہ گناہ، جس سے خدا کی ناراضگی اور غضب حاصل ہوتی ہے اور خدا کی ناراضگی بندہ کے لیے ہلاکت کا باعث ہے اور گناہِ کبیرہ کے متعلق یہ ہے کہ ایک بھی گناہ جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے، چنانچہ قرآن کریم کا یاد ہونے کے بعد بھولنا علماء نے گناہِ کبیرہ میں شمار کیا ہے جسے خود حدیث پاک میں **اَعْظَمُ ذَنْبًا** بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: **اَيُّ مُصِيْبَةٍ أَعْظَمُ مِنْ نِسْيَانِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ.** (مصنف ابن ابی شيبہ: ۱۰/٤٧٩)

"قرآن کریم کو بھول جانے سے بڑھ کر کونسی بڑی مصیبت ہوگی"۔

لہٰذا حفاظِ کرام کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کی خبر گیری رکھیں، یعنی اس کو پڑھتے، پڑھاتے رہیں، اس کی تلاوت کا یومیہ کوئی نصاب یا مقدار متعین رکھیں، جس سے کہ حفظِ قرآن جیسی عظیم دولت سے محرومی نہ ہو۔ اللهم احفظنا من نسيان القرآن.

ایک دوسری جگہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قرآن پڑھے (حفظ کرے، یا ناظرہ پڑھے) اور بھول جائے تو قیامت کے دن وہ کوڑھی ہو کر اللہ کے سامنے آئے گا۔ (مشكوة المصابيح: ۱۹۱ سنن الدارمي: ۲/ ٤٣٨ شعب الايمان: ۲/ ۳۳۱)

اس حدیث پاک میں قرآن پاک کے بھولنے کی بڑی سخت سزا بیان کی گئی ہے کہ وہ کوڑھی بن کر قیامت میں دربارِ خداوندی میں حاضر ہوگا۔ یعنی مرضِ جذام کی وجہ سے ہاتھ پیر کے گوشت سڑے اور کٹے ہوئے ہوں گے۔ اللهم احفظنا منه.

خیال رہے کہ بھولنے کا ظاہری اور واضح مطلب قرآن حفظ کر کے، حافظ ہو کر بے توجہی و غفلت اور دنیاداری اور کسل و سستی (اور پڑھنے کا اہتمام نہ رکھنے کی وجہ) سے بھول جانا ہے، چنانچہ شرحِ مشکوۃ میں ہے: **قَالَ فِي اللَّمْعَاتِ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ نِسْيَانُهُ بَعْدَ حِفْظِهِ فَقَدْ عَدَّ مِنَ الْكَبَائِرِ.** (مرعاةُ المفاتيح: ۷/ ۲۸۰)

"لمعات (شرحِ مشکوۃ) میں ہے کہ بظاہر حدیث پاک کا مطلب حافظ ہو جانے کے بعد بھول جانا ہے، جسے علماء نے کبیرہ گناہ میں شمار کیا ہے"۔

اور ایک جگہ حضرت طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن

حاصل کیا (حفظ کیا) اور پھر بلا عذر کے بھول گیا تو ہر آیت کے بدلہ اس کا ایک درجہ کم ہوگا۔ اور قیامت کے دن وہ آئے گا اس حال میں کہ قرآن کریم (اس کو) اپنا خصم (مقابل) بنائے ہوئے ہوگا۔ (مصنف ابن أبي شيبة: ٤٧٩/١٠)

چنانچہ بعض لوگ ذوق وشوق میں یا والدین کے رائے اور ماتحتی کی وجہ سے حفظ کر لیتے ہیں پھر بعد میں قرآن کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ خدائے پاک کی گراں قدر اور عظیم ترین دولت کی قدر نہ کی تو اس کی سزا میں یہ کوڑھی بن کر قیامت میں حاضر ہوگا اور بے انتہا ذلت ورسوائی کی حالت میں ہوگا اور مارے شرم کے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہوگا۔ **اللهم احفظنا منه.**

''جمع الفوائد'' میں ''رزین بن معاویہ'' کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى، قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾. (طٰه: ١٢٥)

''جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے، اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اُٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! میں تو آنکھوں والا تھا، مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ ارشاد ہوگا: اس لیے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا، یعنی تیری کوئی اعانت نہیں''۔

اگرچہ اس عنوان میں مزید اور بحثیں بھی ہیں، مگر اختصار کے پیش نظر ان کو یہاں قصداً ترک کیا جاتا ہے، تفصیلات کے لیے مستند اور معتبر علماء کی متعلقہ کتب ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار اہتمام کے ساتھ تلاوتِ قرآن کریم کی توفیق نصیب فرمائے اور قرآن مجید کی کوئی بھی آیت، کوئی بھی حصہ بھول جانے سے حفاظت فرمائے۔ آمین

☆……☆……☆

حدیث..........................(۳۸)

قرآن کریم؛ نورِ مبین اور ذکرِ حکیم

حضرت قیس بن سعد علیہ الرحمہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: **اَلْقُرآنُ هُوَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ، والصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ.** (شعب الایمان للبیهقي: ۳۲۶/۲، رقم: ۱۹۳۷)

ترجمہ: قرآنِ کریم نورِ مبین، ذکرِ حکیم اور صراطِ مستقیم ہے۔

تشریح: یعنی قرآن کریم ایسا کھلا ہوا نور ہے، جو ہدایت کا کام دیتا ہے، اس کے ذریعہ ہدایت کے راستے روشن ہوتے ہیں، ذکرِ حکیم سے مراد یہ ہے کہ یہ وعظ و نصیحت کا سامان ہے یا یہ کہ اس کی آیات محکم ہیں، ان میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں فرمایا:

كِتَابٌ اُحْكِمَتْ آيَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ. (ھود، پ ۱۱)

’’یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے‘‘۔

اور صراطِ مستقیم ہے اس معنی کر کہ جو اس پر عمل کرے گا، اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلے گا، وہ کامیاب ہوگا، منزلِ مقصود پر پہنچے گا۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ اس سعادتِ عظمٰی کو حاصل کیا جائے، خود بھی اپنے اندر شوق وذوق پیدا کیا جائے اور اپنی اَولاد واَحفاد کو بھی اس طرف لگایا جائے۔

☆......☆......☆

حدیث.......................(۳۹)

قرآنِ کریم دواء ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْقُرْآنُ هُوَالدَّوَاءُ. (أخرجه الشهاب القضاعي في مسند الشهاب: ١/٥١، رقم: ٢٨)

ترجمہ: قرآن کریم دواء ہے۔

تشریح: سنن ابن ماجہ میں ہے کہ بہترین دواء قرآنِ کریم ہے، دواء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم باطنی امراض، دل کی بیماری، فاسد اعتقادات اور شکوک واوہام کا علاج ہے، باطنی امراض کی دواء ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ظاہری امراض کی بھی دواء ہے، ارشادِ خداوندی ہے: **وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ .** (بنی اسرائیل، پ:۱۵)

”اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ (بیماریاں، پریشانیاں) دفع ہوں گے“۔

قرآن کریم پڑھ کر دَم کرنا، اسے لکھ کر پلانا فائدہ پہنچاتا ہے، بہت سی سورتوں اور آیات کا شفاءِ امراض کا ذریعہ ہونا ثابت ہے۔

اور یہ قرآن کا دواء ہونا اور اس کی تاثیر ہی تو تھی کہ، اللہ اکبر!

وحشی عرب کے صاحبِ ایمان ہوگئے

تفصیل کے ساتھ قرآنی نسخوں کو آزمانے کے لیے احقر کی کتاب ”تحفۂ دعاء“ کا دوسرا حصہ (یعنی جلدِ ثانی) ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل اور یقینِ صادق کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

حدیث.........................(٤٠)

حفاظِ قرآن: اہل جنت کے سردار ہیں

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَهْلُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

(أخرجه الضياء المقدسي في الأحاديث المختارة:٦/٩٩_١٠٠، رقم:٢٠٨٤)

ترجمہ: قرآن کریم والے جنت والوں کے عریف ہیں۔

تشریح: قرآنِ کریم کے علماء و حفاظ اس کے احکامات پر عمل کرنے والے جنتیوں کے سربراہ اور قائد ہوں گے، عریف اسے کہتے ہیں، جو امام و حاکم کے ماتحت ہو، اس کا بالکل قریبی اور خاص الخاص (VIP) ہو، اس کو بھی ایک درجہ حکومت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ مناوی علیہ الرحمہ نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی درجات ہوں گے، وہاں بھی ائمہ، حکام اور سربراہ ہوں گے، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سب لوگوں کے امام، حکام اور سربراہ ہوں گے، یہی قوموں کے امام اور مقتدیٰ ہیں، اور قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے والے، اس پر عمل کرنے والے ان کے نائب اور قائد ہوں گے، لوگوں کی راہنمائی کریں گے، جس طرح دنیا میں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین اور قرآن و احادیث کو دوسروں تک پہنچا کر ان کے جانشین اور وارث بنے اس طرح آخرت میں بھی ان کے جانشین ہوں گے۔

بڑی نعمت اور قابلِ غبطہ مقام ہے، ہر شخص کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ دنیا میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وجانشین بنے اور آخرت میں بھی اسی درجہ پر فائز ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے، اس کی منع کردہ چیزوں سے رکنے اور اس کی آیاتِ بینات پر غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے ہمارے لیے (ہمارے حق میں سفارشی) گواہ وحجت اور دلیل بنائے نا کہ ہمارے اوپر۔ آمین.

* * *

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ الٰہی! احقر الحقیر کی یہ حقیر سی خدمت "**دبستانِ قرآن مجید**" بھی اپنے لطف وکرم سے قبول فرما لیجیے، اور اپنے بندوں اور بندیوں کو اس سے منتفع فرما دیجیے، اور میرے لیے اور میرے اساتذہ ومشائخ اور والدین مکرمین کے حق میں اس کو ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات ومغفرت بنا دیجیے۔ آمین.

احقرُ العباد واصغرہم

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

غفر اللّٰہ ذنوبہٗ وسترعیوبہٗ

نزیلِ حال: جامعہ عربیہ اَحسن العلوم بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔ پی، انڈیا

۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ، مطابق یکم مارچ ۲۰۱۹ء، شبِ جمعہ